یا خیر من دفنت فی الترب اعظمه — فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه — فیه العفاف وفیه الجود والکرم

اے وہ سب سے اچھی ذات کہ جس کا جسدِ مبارک مٹی میں دفن کیا گیا تو اس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے مہک اُٹھے

میری جان اس قبر پر قربان ہو جس میں آپ رہتے ہیں اس میں عفت ہی عفت، سخاوت ہی سخاوت اور کرم ہی کرم ہے

ماہنامہ

انوار مدینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

لاہور

جلد ۳	ربیع الاوّل، ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ ○ اپریل، مئی ۱۹۷۳ء	شمارہ ۱۰، ۱۱

نگرانِ اعلیٰ:

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

مرتب

حبیب الرحمٰن اشرف

محتویات

اداریہ		۳
آنچہ خوباں ہمہ دارند	حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب مدظلہٗ	۶
سلام بدرگاہِ خیر الانامؐ	جناب حمید لکھنوی	۱۱
ذکرِ رسولؐ	حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ	۱۲
نعت	مولانا قدرت اللہ قدرت	۱۸
سلام	جناب محمد اسمٰعیل علی خاں تاجؔ	۱۹
کیفیّتِ وحی	حضرت مولانا محمد موسیٰ مدظلہٗ	۲۱
حدیثِ نظر	جناب احسان دانشؔ	۲۵
الشفاء	جناب نور محمد غفاری	۲۷
اکابر دیوبند اور عشقِ رسولؐ	حضرت مولانا محمد اجمل مدظلہٗ	۳۱
اصحابِ ثلاثہؓ	مولوی حافظ محمد اقبال نعمانی	۳۸
نعت	حافظ لدھیانوی	۴۰
ابونصر فارابی	جناب اختر راہی	۴۳
تقریظ و تنقید		۵۱

بدل اشتراک : سالانہ سات روپے ـ طلبہ کیلئے پانچ روپے ـ فی پرچہ ۶۵ پیسے

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ طابع و ناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپواکر
دفتر ماہنامہ انوارِ مدینہ، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

آفتابِ ہدایت

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسُولہ الکریم

ماہِ ربیع الاوّل اس عظیم الشان فضیلت کا حامل ہے کہ اس میں سید الکونین نبی الثقلین آقائے کل امام الرسل خاتم النبیّین رحمۃ للعٰلمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی ولادت باسعادت ہوئی ـــــ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

آپ کی تشریف آوری سے بے کسوں اور کمزوروں کو سہارا مل گیا ظلم و استبداد اور فساد و بدامنی کا قلع قمع ہوگیا، عدل و انصاف، سکون و اطمینان اور امن و راحت کی دولتِ بے بہا عام ہوگئی، شرک و کفر میں مبتلا مخلوق کو معبودانِ باطل سے رستگاری اور معبودِ حقیقی کے در پر جھکنے کی سعادت مل گئی، دنیا میں علم و حکمت اور اعلیٰ اخلاق کے انمول موتی بکھر گئے، سخاوت و مروّت، جرأت و شجاعت، حلم و عفو اور ہمدردی و ایثار ایسی اعلیٰ ترین خوبیاں ہر طرف پھیل گئیں ـــــ صلّی اللہ علیہ وسلّم

آپ کی تشریف آوری کے وقت کا انسانی معاشرہ ایک بدترین معاشرہ تھا، کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، جہالت و نادانی کا ہر طرف دور دورہ تھا، شراب نوشی، عصمت دری، لوٹ مار، ظلم و ستم جیسے عیب بدرجۂ اتم موجود تھے، لوگوں میں اچھائی برائی اور نیک و بد کی تمیز کرنے کی استعداد و صلاحیت نہیں رہی تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی غلطی کو غلطی سمجھ کر اس پر نادم ہونے کے بجائے اسے خوبی سمجھ کر اس پر فخر و ناز کرتے تھے (زین لہم سوء اعمالہم)

لیکن جب آپؐ نے ہدایت و تبلیغ کا آغاز فرمایا تو تھوڑے ہی عرصہ میں وہ بدترین معاشرہ ایک بے نظیر اور اعلیٰ معاشرہ میں تبدیل ہوگیا۔ ایسا مثالی معاشرہ وجود میں آیا کہ آدم علیہ السلام کے

زمانہ سے لے کر اب تک اس جیسا عمدہ اور قابلِ تقلید معاشرہ کہیں بھی اور کسی بھی دور میں نہیں پایا گیا اور نہ آئندہ ہی پایا جائے گا۔ خیر القرون قرنی (حدیث) (سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا ہے)

جو شخص کل تک اتنا ظالم تھا کہ اپنی حقیقی اولاد (بیٹی) کو بھی خود اپنے ہاتھوں زندہ درگور کرنے میں درد محسوس نہ کرتا تھا، آج وہی شخص اپنے ایک انجان مسلمان بھائی کے کانٹا چبھنے سے مضطرب و بے چین ہونے لگا۔ جو کل تک بے حیائی اور غلط کاریوں میں شب و روز مشغول رہا کرتا تھا، آج اس کا سارا وقت پاکبازی و تقویٰ میں صرف ہونے لگا۔ وہ شخص جس سے کل تک اس کی بداعمالیوں پر زمین و آسمان نفرت کرتے تھے، آج وہ اچھے اور صالح اعمال کی وجہ سے رشکِ ملائکہ بن گیا۔

غرض کہ آپؐ کی حلقہ بگوشی کی سعادت پانے سے پہلے شاید ہی کوئی برائی ایسی ہو جو ان میں نہ پائی جاتی ہو اور آپؐ کی غلامی کا طوق پہننے کے بعد شاید ہی کوئی ایسی نیکی ہو جس سے انھوں نے خود کو مزین نہ کیا ہو۔ آپ کے سوا اس قدر عظیم انقلاب اور انسانی معاشرہ میں اتنی حیرت انگیز تبدیلی کون لا سکتا تھا۔ ؟ لاریب آپؐ کی ولادت خالقِ کائنات کی عطاءِ بےکراں اور نعمتِ کبریٰ تھی ——— صلی اللہ علیہ وسلم۔

خدا کی اس عظیم الشان نعمت کی جن بدبختوں نے ناقدری کی اور آخر دم تک آپؐ کے مخالف اور درپئے آزار رہے، وہ انجام کار جہنم کا ایندھن بن گئے اور جن خوش قسمت انسانوں نے آپؐ کی غلامی قبول کی اور ہمیشہ آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کے ارشادات پر عمل پیرا رہے وہ دارین کی سعادتوں سے مالامال کر دیئے گئے، حق تعالیٰ کی نصرت و امداد ہمیشہ ان کے ساتھ رہی۔ انھوں نے بظاہر بے سر و سامان ہوتے ہوئے بھی قیصر و کسریٰ کی اس وقت کی عظیم سلطنتوں کو پامال کر کے رکھ دیا اور جابر و ظالم حاکموں کا جاہ و جلال خاک میں ملا دیا۔ ہر طرح کا ساز و سامان اور مضبوط ترین قلعے رکھنے والے شہنشاہوں کے دلوں پر ان بے بضاعت اور بوریا نشینوں کی ہیبت ہر وقت چھائی رہتی۔ ان کے مقابلہ کی تاب کسی میں نہ تھی، وہ مخالف کی قوت و کثرت کو کبھی خاطر میں نہ لاتے۔ وہ جہاں جاتے کامیاب و کامران واپس لوٹتے، انھوں نے اپنے آقا سے اخلاق و مروّت، رحمت و رأفت اور شرافت و دیانت کے جو گرانقدر موتی پائے تھے انھیں جہاں جاتے بکھیرتے جاتے۔ ان

کے پاکیزہ کردار، اعلیٰ سیرت اور بلند اخلاق کو دیکھ دیکھ کر دشمن بھی اُن کی اور اُن کے آقا کی بزرگی و جلالت پر یقین کیئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ وہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کو پیش نظر رکھتے، اور اطاعت و فرمانبرداری کے پیکر بنے رہتے۔ ان کی یہی وہ خوبیاں تھیں جن کی بدولت انھوں نے بلند تر درجات اور حق تعالیٰ کی بارگاہ سے "رضی اللہ عنہم" کے تمغے تھے اور وہ جب تک دنیا میں رہے باوقار اور مطمئن رہے۔

آج بھی مسلمان صرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اور اطاعت کر کے ہی سرخروئی و کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ آپؐ کی اطاعت فرمانبرداری کے بغیر مسلمان اپنی عظمت رفتہ کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپؐ کا اتباع نصیب فرمائیے۔ آمین ـــــ صلّی اللہ علیہ وسلّم

آخر میں گزارش ہے کہ سرورِ دو عالمؐ کی یاد اور ذکر کو ربیع الاوّل کے مہینہ ہی کے ساتھ مختص نہیں کرنا چاہیئے کہ

ع یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند

بلکہ آپؐ کے ذکر اور آپؐ کی یاد سے ہر مہینہ، ہر روز، بلکہ ہر لحظہ ایمان کو تازگی بخشنی چاہیئے۔ ـــــ صلّی اللہ علیہ وسلّم

پاکستان کا آئین متفقہ طور پر بن جانے سے آج ہر پاکستانی مسرور نظر آتا ہے۔ یُوں لگتا ہے جیسے کاندھوں سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہو اور حقیقتاً اگر آئین بالاتفاق نہ بنا ہوتا تو آج نہ معلوم پاکستان کس تباہی کے دھانے پر کھڑا ہوتا۔

اُمید ہے کہ صدرِ محترم ہنگامی حالت کے خاتمہ اور نفاذِ آئین کا اعلان بھی جلد فرما دیں گے۔

آئین کا مسئلہ کامیابی سے طے ہونے کے سلسلہ میں ہم صدر بھٹو، مولانا عبد الحق صاحب بلوچستانی اور حزب اختلاف کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالےٰ ان سب کو مزید توفیق بخشے کہ آئین کو مکمل طرح اسلامی بنا دیں ـــــ آمین

ہمیں افسوس ہے کہ بعض وجوہ کی بناء پر زیر نظر شمارہ دو ماہ کا یکجا پیش کیا جا رہا ہے ـــــ ادارہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مدظلہم العالی

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مرسلہ: مولوی خوشی محمد اعجاز

★

آپ کی سیرتِ مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ جو کمالات انبیائے سابقین کو الگ الگ دیے گئے تھے، وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے آپ کو عطا کیے گئے اور جو آپ میں مخصوص کمالات ہیں، وہ الگ ہیں ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰے یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے جو شانِ خاتمیت کی ہزاروں امتیازی خصوصیات میں سے چند کی ایک اجمالی فہرست اور سیرتِ خاتم الانبیاءؐ کے بے شمار ممتاز اور خصوصی مقامات میں سے چند کی موٹی موٹی سرخیاں ہیں اس حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکے گا کہ اوّلین و آخرین میں سے جس باکمال کو جو کمال دیا گیا، اس کمال کا انتہائی نقطہ حضورؐ کو عطا فرمایا گیا۔ مثلاً:

○

اگر اور انبیاءؑ نبی ہیں، تو آپ خاتم النبیین ہیں۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (القرآن)

○

اگر اور انبیاءؑ کی نبوّتیں مرجع اقوام و ملل ہیں، تو آپ کی نبوّت اس کے ساتھ ساتھ مرجع انبیاء و رسل بھی ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (القرآن) ترجمہ: اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب ہو یا حکمت، پھر آوے تمہارے

پاس کوئی رسول کہ سچا بتا دے تمہاری پاس والی کتاب کو تو اس پر لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے)

○

اگر اور انبیاءؑ عابد ہیں تو آپؐ کو ان عابدین کا امام بنایا گیا۔ ثم دخلت بیت المقدس فجمع لی الانبیاءُ فقدمنی جبریل حتّٰی امّمتھم (نسائی عن انس)۔ (ترجمہ: پھر میں داخل ہوا بیت المقدس میں اور میرے لیے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا تو مجھے جبریلؑ نے آگے بڑھایا، یہاں تک کہ میں نے تمام انبیاء کی امامت کی)

○

اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں، تو آپ مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ سببِ تخلیقِ کائنات بھی ہیں۔ فلولا محمد ما خلقت اٰدم و لا الجنت و لا النار (مستدرک)۔ (ترجمہ: اگر محمدؐ نہ ہوں (یعنی میں انہیں پیدا نہ کروں)، تو آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو)

○

اگر اور انبیاء کو شفاعتِ صغریٰ یعنی اپنی اپنی قوموں کی شفاعت دی جائے گی، تو حضور کو شفاعتِ کبریٰ یعنی تمام اقوامِ دنیا کی شفاعت دی جائے گی۔ اذھبوا الی محمد فیأتون فیقولون یا محمد انت رسول اللہ و خاتم النبیین غفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر فاشفع لنا الی ربک (الحدیث) مسند احمد من ابی ہریرہ۔ (شفاعت کے سلسلہ میں اس حدیثِ طویل میں ہے کہ جب اوّلین و آخرین کی سرگردانی پر اور طلبِ شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اور لوگ آدم سے لے کر تمام انبیاء و رسل تک سلسلہ وار شفاعت سے عُذر سُنتے ہوئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے اور طالبِ شفاعت ہوں گے، تو فرمائیں گے کہ "جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس" تو آدم کی ساری اولاد آپ کے پاس حاضر ہو گی اور عرض کرے گی کہ اے محمدؐ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں (گویا آج سارے عالم کو رسالتِ محمدیؐ اور ختمِ نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا)، آپ کی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب پہلے ہی معاف کر دی گئی ہیں (یعنی آپ کے لیے اس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کہ میرے اوپر فلاں لغزش کا بوجھ ہے، میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ کہیں مجھ سے ہی باز پرس نہ ہونے لگے)، اس لیے آپ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں، تو اسے آپ بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمالیں گے۔ اور شفاعتِ کبریٰ کریں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ، تمام انبیاء قیامت کی ہولناکی کے سبب شفاعت سے بچنے کی کوشش کریں گے اور لست لہا لست لہا (میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں)، کہہ کر پیچھے ہٹ

جائیں گے، تو حضور اس دعویٰ کے ساتھ انا لھا انا لھا (میں اس کا اہل ہوں) کہہ کر آگے بڑھیں گے اور شفاعتِ عامّہ کا مقام سنبھالیں گے۔)

○

اگر اور انبیاء متبوعِ اُمم و اقوام تھے، تو حضور متبوعِ انبیاء و رسل تھے۔ لو کان موسٰی حیا ما وسعہ الا اتباعی (مشکوٰۃ) (ترجمہ: اگر موسیٰ آج زندہ ہوتے، تو انہیں میرے اتباع کے سوا چارہ کار نہ تھا۔)

○

اگر اور انبیاء اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوئے، تو آپ تمام اقوام اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس کافۃ (ترجمہ: ہر نبی خصوصیّت سے اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں) قرآن میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اے پیغمبر! مگر سارے انسانوں کے لیے۔)

○

اگر اور انبیاء محدود حلقوں کے لیے رحمت تھے، تو آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت تھے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (القرآن الحکیم)

○

اگر اور انبیاء کو "ذکر" دیا گیا کہ مخلوق انہیں یاد رکھے، تو آپ کو "رفعتِ ذکر" دی گئی کہ زمینوں اور آسمانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، میدانوں اور غاروں میں آپ کا نام علی الاعلان پکارا جائے۔ اذانوں اور تکبیروں، خطبوں اور خاتموں، وضو و نماز اور اوراد و اشغال اور دعاؤں کے افتتاح و اختتام میں آپ کے نام اور منصب نبوّت کی شہادت دی جائے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ـ قرآن ـ (ترجمہ: اور ہم نے اے پیغمبر! تمہارا ذکر اونچا کیا) اور حدیث ابو سعید خدری ـ قال لی جبریل قال اللہ اذا ذکرت ذکرت معی۔ ابن جریر و ابن حبان ـ (کہ مجھے جبریل نے کہا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے پیغمبر!) جب آپ کا ذکر کیا جائے گا، تو میرے ساتھ کیا جائے گا۔ میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا۔)

○

اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصاءِ موسیٰ، ید بیضاء، احیاءِ عیسیٰ، نارِ خلیل، ناقۂ صالح، خُلّۂ شعیب وغیرہ) دیے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے، تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا، جس نے عقل، قلب اور ضمیر کو مطمئن کیا۔

اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے، جو ان کی ذوات کے ساتھ ختم ہو گئے، تو حضور کو دوامی معجزہ قرآن دیا گیا۔ جو تاقیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔

○

اگر محشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے، جن کے نیچے صرف انہی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے، تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام "لواء الحمد" ہوگا آدمؑ اور ان کی ساری ذریت ہوگی۔ آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیٰمۃ ولا فخر۔

○

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائقِ ارض وسماء دکھلائی گئیں۔ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض (ترجمہ: اور ایسے ہی دکھلائیں گے ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کی حقیقتیں)، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کے ساتھ حقائقِ الٰہیہ دکھلائی گئیں۔ لنریہ من اٰیٰتنا (ترجمہ: تاکہ ہم دکھلائیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں) اپنی خاص نشانیاں قدرت کی۔)

○

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود اثر نہ کر سکی تو حضور کے کئی صحابہؓ کو آگ نہ جلا سکی جس پر آپؐ نے فرمایا الحمد للہ الذی جعل فی امتنا مثل ابراھیم الخلیل۔ (خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امّت میں ابراہیم خلیل کی مثالیں پیدا فرمائیں)، عمار بن یاسر کو مشرکینِ مکہ نے آگ میں پھینک دیا۔ حضورؐ ان کے پاس سے گزرے، تو ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: یا نار کونی بردا وسلاما علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔ عن عمر بن میمون۔ خصائص کبریٰ ص۱۶۶۔ (ترجمہ: اے آگ عمار پر برد وسلام ہو جا جیسے تو ابراہیمؑ پر ہو گئی تھی۔)

ذویب ابن کلیب کو اسود عنسی نے آگ میں ڈال دیا اور آگ اثر نہ کر سکی۔

ایک خولانی شخص کو (جو قبیلہ خولان کا فرد تھا، اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا، تو آگ اُسے نہ جلا سکی۔ (ابن عساکر عن جعفر ابی وحشیہ)

○

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو بحرِ قلزم میں راستے بنا کر بمعیت موسوی گزار دیا گیا تو حضورؐ کے صحابہؓ کو بعد وفاتِ نبوی دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے پانی میں سے راہیں بنا کر گھوڑوں سمیت گزارا گیا۔ (فتح مدائن کے موقع پر)

اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابلِ حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت یا انسانوں کی مُردہ نعش میں جان ڈالی گئی، تو حضورؐ کے ہاتھ پر ناقابلِ حیات کھجور کے سوکھے تنا میں حیات آفرینی کی گئی۔ نیز آپؐ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دستِ مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔ (خصائصِ کبریٰ)

○

اگر حضرت مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات آئی اور وہ پرندوں ہی کی سی حرکات کرنے لگے، تو آپؐ کے ہاتھ پر جی اُٹھنے والے کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آئی کہ وہ عارفانہ گریہ و بکاء اور عشقِ الٰہی میں فنائیت کی باتیں کرتا ہوا اُٹھا۔ وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنادیا گیا ؎

استن حنانہ از ہجرِ رسول ۔۔۔ نالہ ہامی زد چو اربابِ عقول

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعتِ انبیاء میں آپؐ کو اور آپؐ کی نسبتِ غلامی سے اُمتوں میں اس اُمت کو دیے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء نبی ہیں اور آپ خاتم الانبیاء ہیں، اور اُمتیں امم اور اقوام ہیں اور یہ اُمت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے۔ اور انبیاء کی کُتب آسمانی کُتب ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے۔ اور ادیان ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے۔ اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔ یعنی آپؐ کی خاتمیت کا اثر آپ کے سارے ہی کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے۔ پس یہ امتیازی خصوصیات محض نبوت کے اوصاف نہیں، بلکہ ختمِ نبوت کی خصوصیات ہیں ـــ صلی اللہ علیہ وسلم [1]

(اقتباسات از "خاتم النبیین"۔ مصنفہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب مدظلہ)

---

[1] کتاب میں اس قسم کے اور بہت سے کمالات درج ہیں ہم نے چند ہی چیزیں نقل کی ہیں۔ خوشی محمد اعجاز

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

سلام بدرگاہِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

زائرِ حرم حمید لکھنوی

مرسلہ: جناب الحاج مبین احمد صاحب دام مجدہٗ

آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام — ماہتابِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
باغِ جنّت کے ہیں پھول رُخ پر نثار — روئے انور کی رنگت پہ لاکھوں سلام
"اُمّتی اُمّتی" لب پہ جاری رہا — ناز بردارِ اُمّت پہ لاکھوں سلام
خود سُروں کو پڑھایا سبق عجز کا — مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خُلق سے — ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام
اک اشارے میں شق کر دیا چاند کو — ایسے ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام
جس نے باغِ جہاں کو معطر کیا — اس پسینہ کی نکہت پہ لاکھوں سلام
جس کے محتاج ہیں سب غریب و امیر — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
عاصیوں پر جو بخشش کے در کھول دے — ایسے تاجِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس کے جلوے سے عالم منوّر ہوا — اس ظہورِ حقیقت پہ لاکھوں سلام
ابتدا جس کی ہو آپ کے نام سے — ایسی دلکش عبارت پہ لاکھوں سلام
جگمگاتی جو ذکرِ رسالت سے ہو — اس سحر کی لطافت پہ لاکھوں سلام
باریابی کا حاصل ہو جس کو شرف — اس سلامِ محبت پہ لاکھوں سلام
خوابگاہِ رسالت پہ بے حد درود — سبز گنبد کی نزہت پہ لاکھوں سلام
جب لیا نام، دل کو سکوں ہو گیا — مونسِ رنج و کلفت پہ لاکھوں سلام
روز و شب ہے میسّر حضوری انہیں — اہلِ طیبہ کی قسمت پہ لاکھوں سلام
مجھ گنہگار پر بھی ہو لطف و کرم — آپ کی چشمِ رحمت پہ لاکھوں سلام
آ گیا پھر لبوں پر "محمّد" حمیدؔ — بھیجئے نامِ حضرتؐ پہ لاکھوں سلام

ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ

آیت شریفہ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ (اور کل ضروری چیزوں کو نبیوں کی خبروں میں سے ہم آپ سے بیان کر دیتے ہیں کہ جن کے ذریعہ آپ کے دل کو مطمئن کر دیں) سورۂ یوسف ـــــ سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اور ان کی باتیں بیان کرنا دلوں کو مضبوط اور مطمئن کرتا ہے۔ پھر ان کے درجات کے موافق درجہ بدرجہ یہ تاثیر بڑھے گی اور جو نبی سب نبیوں سے افضل ہوں گے، ان کے ذکر سے تو سب سے افضل سب سے زیادہ معرفت قلب مضبوطی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ وہ اطمینان کہ ساری دنیا سرگرداں ہے مگر اسے اطمینان میسّر نہیں۔ یہ دولت یہیں حاصل ہوتی ہے۔

جب کسی سے شدید محبت ہو جاتی ہے بات بات میں اس کا نام اور اسی کا حال دل و زبان پر آتا رہتا ہے۔ کوئی دن اور کوئی وقت اس سے خالی نہیں ہوتا۔ ہر بات میں لوٹ پھیر کر وہی ذکر آتا ہے جیسے ہر ماں دوسروں کی باتوں میں ہیر پھیر کر کے اپنے ہی بچہ کا ذکر لے آتی ہے۔

مثنوی شریف میں حکایت ہے کہ مجنوں کو کسی نے دیکھا کہ انگلیوں سے ریت پر کچھ لکھ رہا ہے۔ پوچھا کسے خط لکھ رہے ہو۔ بولا لیلیٰ کا نام لکھ لکھ کر دل کو تسلّی دے رہا ہوں۔ معمولی محبوب کے نام سے تسلّی ہو تو اعلیٰ ترین محبوب کے ذکر میں کیوں نہ ہو گی۔

ہر شخص کا تجربہ ہے کہ جب عمدہ عمدہ ماکولات کے نام سامنے آتے ہیں تو منہ میں لعاب کا دریا اُمڈ آتا ہے جس کے لیے رال ٹپکنے کا محاورہ بن گیا ہے۔ جب ایسی معمولی چیزوں کے نام میں یہ تاثیر ہے تو اللہ اور اللہ کے رسول کے ذکر میں کیونکر تاثیر نہ ہو گی۔

اللہ، رسول کی محبت فرض ہے اور دونوں جہان میں نجات کا ذریعہ ہے۔ محبت میں تو یہ تسکین کا

سرمایہ ہئے ہی لیکن اگر محبّت اس درجہ کی نہ ہو تو جس کا ذکر بار بار ہر وقت ہر طرح ہوتا رہیگا، دل میں اُترتا اور محبّت پیدا کرتا رہے گا۔ ہر شخص ان میں غور کر کے دیکھ سکتا ہے کہ جس کا ذکر بار بار کیا یا سُنا ہئے اس کے ذکر اور نئے شخص کے ذکر میں قلبی دلچسپی کا بڑا فرق ہئے۔ خصوصاً انسان کے لیے کہ جس کے مادہ میں ہی اُنس رکھا گیا وہ تو بار بار دیکھنے سننے ملنے سے بہت ہی مانوس ہو جاتا ہئے۔

بالکل صحیح بات یہی ہئے کہ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم دونوں جہان کی کامیابیوں کا انتہائی کیمیاوی نسخہ ہے اور جس کا جی چاہے آزما لے۔ بطور امتحان کے ہی کر کے دیکھ لے۔ بلکہ نہایت بلند آواز سے، بڑے دعوے سے عرض ہے کہ چودہ سو سالہ مدّت میں دنیا و آخرت کی بڑی بڑی کامیابیاں جنھوں نے حاصل کی ہیں، ہمیشہ اسی کیمیاوی عمل سے حاصل کی ہیں اور آج بھی اسی سے حاصل ہو سکتی ہیں" صلائے عام ہئے یارانِ نکتہ داں کے لیے" مگر طریقہ اور کامل طریقہ سے ہونا شرط ہئے۔

ذرا ہوش و حواس بجا رکھ کر غور کیا جائے کہ ذکر خدا ہو یا ذکر رسول، ذکر کرنے کے کئی کئی آلات انسان کو عطا فرمائے گئے ہیں اور کامل ذکر وہی ہئے جو تمام آلاتِ ذکر سے ہو۔ ورنہ جتنی کمی آلات کے استعمال میں ہوگی اُسی قدر ذکر بھی ناقص رہے گا۔ ذکر مبارک کمال پر اس وقت پہنچے گا جب ہر ہر آلہ ذکر سے ذکر ہو اور ہر ہر آن ہو کر عشق و محبّت کی یہی شان ہوتی ہئے۔ ورنہ دعوٰی بے دلیل بن کر رہ جائے گا۔

آلاتِ ذکر جو حق تعالٰی کے فضل و کرم نے ہر انسان کو بخشش فرمائے ہیں، دسؔ ہیں (۱) زبان (۲) دل (۳) آنکھ (۴) کان (۵) عقل (۶) ذہن (۷) حافظہ (۸) دونوں ہاتھ (۹) دونوں پیر (۱۰) تمام جسم و رُوح۔ ان میں سے ہر ایک کے ذکر کی حقیقت عرض کرنی ہئے۔ اس کے بعد یہ جائزہ لینا آپ کا اپنا کام ہے کہ ہم ذکر ناقص کرتے ہیں یا کامل اور کمال کے بھی تین جُز ہیں کہ تمام آلات سے پوری مقدار میں اور تمام اوقات میں ہو۔

(۱) زبان کے ذریعہ ذکر تو سب جانتے ہیں مگر صاحبِ ذکر سے نسبت میں اس کی کئی قسمیں بن جائیں گی۔ اوّل تو حقیقی و مجازی کہ جن جن چیزوں کے وجود میں حضورؐ کے اختیار کو دخل ہئے ارشادات افعال صفات معاملات اخلاق انتظامات معاشرات وغیرہ اور تمام احسانات ان کا ذکر تو حضور کا حقیقی ذکر ہے اور جن کے وجود میں اپنے اختیار کو دخل نہیں وہ صرف خدا تعالٰی کا عطیہ ہیں مگر جب کہ ان کا تعلق حضورؐ سے ہے وہ بھی مجازی طور سے حضورؐ کا ہی ذکر ہیں ورنہ حقیقت میں تو وہ حق تعالٰی کی قضا

قدر کا ذکر ہے۔ مثلاً وجود باجود ولادت، نشو ونما، حسنِ قوت، نسبی شرافت، عمر شریف، صحت اور مرض اور وفات وغیرہ اور معجزات میں۔ اور یہ تقسیم ہر آلۂ ذکر سے ہونے والے ذکر میں برابر جاری ہوگی۔ اس کے بعد خود ان کے درجات کے اعتبار سے بھی تفاوت پیدا ہوگا کہ اعلیٰ کا ذکر اعلیٰ، ادنیٰ کا ذکر ادنیٰ ہوگا۔ گو سب ذکرِ رسول ہونے کی وجہ سے باعثِ ثواب وبرکات ہوں گے۔ مثلاً ارشادات میں سب سے اعلیٰ وہ ہے جو حضور کے منصب نبوت ورسالت کا کام ہے کہ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (اے پیغمبر اُس سب کی تبلیغ کر دیجیے جو آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسولِ خدا ہونے کا حق ادا نہ کیا) پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اوّل بلفظہ نازل شدہ قرآن پاک دوسرے معانی و مفہوم نازل شدہ احادیث شریفہ۔ پھر افعال واحوال عبادت وافعال عادت جن کو سنّت کہا جاتا ہے، اسی طرح باقی تمام اختیاری امور اور دوسروں کو پہنچانا فرض کفایہ ہیں اور بقدر ادا فرائض فرضِ عین،

(۲) دل کے ذریعہ سے ذکر میں بھی درجات ہیں اوّل عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ کا پیغمبر یقین رکھنا۔ یہ اس قدر اہم قلبی ذکر ہے کہ جو شخص اس ذکر سے ایک منٹ کو بھی شک ہے یا خالی ہے وہ مسلمان بالکل نہیں۔ پھر عظمت کہ خدا تعالیٰ کے بعد سب سے اعلیٰ سب سے افضل سب سے زیادہ عالم اور سب نبیوں کو ختم کرنے والے ہونے کا عقیدہ بھی اسلام باقی رکھنے کا ذریعہ ہے۔ ایسا نہ ہوگا تو وہ مسلمان نہ رہ سکے گا۔ اس کے بعد دل کی محبّت ہے کہ ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے زائد محبّت ہو ورنہ اس کا اسلام کامل نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (تم میں سے کوئی بھی مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے لیے اس کے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں) خواہ محبت عقلی ہو یا طبعی یا دونوں اور دل وقتاً فوقتاً کمالات واحسانات تصوّر اور شکر سے لبریز کرنا بھی بہتر ہے اور تمام احکام پر یقین ضروری ہے۔

(۳) آنکھ کے ذریعہ کا ذکر حیات شریفہ میں تو دیدار مبارک تھا اور اب تو حضور کے ارشادات افعال احوال صفات وغیرہ کی تالیفات کا مطالعہ ہے۔

(۴) نمبر ۳ کا سننا ہے، جن میں تمام مواعظ ملفوظات باہم مجلسی تذکروں کا سننا بھی آگیا۔

(۵)، (۶) عقل و ذہن کو نمبر۱ تا نمبر۴ میں مصروف کرنا۔ ان کی باریکیاں وغیرہ غور کر کے معلوم کرنا اور جما لینا۔

(۷) حتی المقدور تمام مذکورہ بالا نمبروں کے حاصل شدہ نتائج کو محفوظ رکھنا جس کے لیے بار بار سب نمبروں کے مطابق عمل رکھنا ہوگا۔ یہ حافظ کا ذکرِ رسول ہے۔

(۸) نمبرانِ بالا کی تکمیل میں ہاتھوں کا ہر کام اور ایسی تالیفات لینا دینا بلکہ خرید و فروخت کرنا تک ہاتھوں کا ذکرِ رسول ہے۔

(۹) مذکورہ نمبر۸ اور تمام اقسام ذکر کے وعظوں اور مجلسوں میں چل کر جانا، بشرطیکہ توہینِ رسولؐ اور گستاخی و بے حرمتی کا سبب نہ بن رہے ہوں، پاؤں کا ذکر ہے۔

(۱۰) آیات اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور ایسے ان کے حکم والوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہوں) اور فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنا لیں گے) اور وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں بہترین نمونہ ہے) وغیرہ آیات سے تمام جسم و رُوح کے ذریعہ سے ذکرِ رسول کا حکم ہے کہ تمام احکام کی اطاعت ظاہر کے احکام کی بھی، باطن کے احکام کی بھی، عقائد عبادات معاملات، اخلاق معاشرہ انتظامات سب کے متعلّقہ احکام کی تمام جسم و رُوح سے اطاعت کرنا فرض ہے۔ نہ کرنے والا مجرم اور مستحق عذاب ہے۔ پھر حضور کے تمام افعال احوال اوصاف اور اخلاق کی پیروی کرنا بھی واجب یا سُنّت اور سب پر ثواب بلکہ محبوب تک بنا لینے کا انعام ہے۔ پھر نشست و برخاست وغیرہ عبادت کی ہر ہر بات میں بھی حضورؐ کو نمونہ بنا کر خود کو ہر بات میں ایسا بنا لینا بھی جسم و رُوح کا ذکر ہے، جس کے بعض اجزا فرض، بعض واجب بعض سنّت بعض مستحبات اور سب بڑے بڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہیں۔

اب غور کرنا یہ ضروری ہے کہ جب ہم پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بے انتہا احسانات ہیں۔ ہمارا ان پر ایمان ہے، ہم ان کے اُمّتی ہیں، ان کی شفاعت کے امیدوار ہیں اور اپنے ایمان کو پختہ و کامل کرنے کے لیے کمال محبّت کی کوشش میں بھی بلکہ دعویدار بھی ہیں تو ہم نے تمام آلات ذکر سے اپنے حضور کا ذکر کیا ہے یا نہیں، تمام اقسام سے ذکر کیا یا نہیں، حقیقی ذکر بھی کیا ہے یا نہیں یا صرف مجازی میں رہ گئے۔ محبّت و

احسان کا تقاضا تو یہ ہے کہ کوئی منٹ بھی حضور کے ذکر سے خالی نہ گذرے کبھی کسی آلہ سے کوئی نہ کوئی ذکر ہر وقت ضرور ضرور دن رات بلکہ ہر ہر کام میں جاری ساری ذکر کیا یا نہیں۔ اس غور کا نتیجہ اگر کامل اثبات میں نمودار ہوگا تو بے شک آپ دین دنیا کی کامیاب ترین ہستی ہیں۔ اس پر شکر بجالائیے اور اگر نفی میں آتا ہے تو اپنی زندگی کی اضاعت سے بچئے اور ہوش سے کام لیجئے ہر وقت کسی نہ کسی طرح کے ذکر رسول میں لگیے اور اگر کچھ اثبات اور کچھ نفی میں ہے تو اثبات کے درجہ پر شکر اور نفی کی تلافی میں جان توڑ کوشش کی ضرورت ہے۔ تاکہ دونوں جہاں کی کامیابی آپ کے قدموں میں آپڑے۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان دھوکہ و غفلت میں ڈال دے۔

شیطان و نفس دو دشمن ہر وقت پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ ہر نیک کام میں کچھ ایسی ملاوٹ پیدا کردیتے ہیں، جس سے وہ نیک کام نیک ہی نہیں رہتا بد بن جاتا ہے یا کامل نہیں رہتا ناقص ہو جاتا ہے اور پھر نتائج سے محرومی کا ثمرہ ملتا ہے اس لیے ہر وقت بڑی بیدار مغزی، ہوشیاری اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ کہیں یہ دشمن ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی آمیزش نہ کردیں جس سے ذکر یا صاحب ذکر کی توہین، بے حرمتی و گستاخی ہو کر بجائے مثبت نتائج کے منفی نتائج پیدا کرادے۔ جو کام جتنا بہتر ہوتا ہے شیطانی و نفسانی مخالفتیں بھی اتنی سخت ہوتی ہیں اور دھوکہ کی گہرائی کے لیے عمدہ شکلوں میں پیش آیا کرتی ہیں جن سے غیر محتاط لوگ دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے خوب غور کیجیے اور گہری سوچ سے کام لیجیے۔

ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہم ترین مستحب عبادات میں سے ہے۔ اس کو عبادتوں کے طریقہ پر کرنے سے ہی اجر و ثواب ملے گا۔ بے طریقہ کرنے سے اجر و ثواب سے محرومی ہوگی بلکہ ایک طرح کی ذکر رسول کی توہین ہوگی۔ جیسے روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ طریقہ طریقہ سے تو کارِ ثواب ہیں۔ مگر بے طریقہ کرنے سے ثواب غارت ہو جاتا ہے بلکہ بے وضو یا قبلہ کی طرف پشت کرکے پڑھنے سے بعض علماء نے تو نماز کی توہین کی بنا پر اس کو کفر قرار دیا ہے۔ مگر راجح یہی ہے کہ گناہ عظیم ہے۔ اسی طرح ذکر مبارک کا طریقہ سے ہی ثواب ہوگا اور بے طریقہ بے ثواب بلکہ بعض دفعہ گناہ اور بعض دفعہ توہین سے اندیشہ کفر تک کا ہو سکتا ہے۔ اب ذرا اپنے عمل پر ایک نظر ڈالیں اور کوتاہیوں کی اصلاح کرلیں ایسا نہ ہو کہ بجائے ثواب کے گناہ ہو یا کفر تک نوبت پہنچ جائے۔

(۱) اسلام میں دعوت دے دے کر، بلا بلا کر، جمع کر کے کوئی عبادت کرنا فرض و واجب یا سخت ضرورت کے مسنون کام میں تو درست ہے اور دوں میں مکروہ ہے۔ اسی لیے نفل نماز کی جماعت لیلۃ القدر، شب برات اور جن جن راتوں میں عبادت زیادہ ثواب ہے، بلا بلا کر، جمع کر کے کرنا مکروہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ صرف اس مستحب کے لیے بھی دعوت و اجتماع مکروہ ہوگا۔ صحیح طریقہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود ذکرِ رسول میں اختیار کیا اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ رض و تابعین اور تمام ائمہ مجتہدین و علمائے دین و بزرگان اسلاف نے اختیار کیا کہ مجالس واجبہ و فرضِ کفایہ تبلیغ میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ مستقل اجتماع نہیں کیا گیا۔ روشنی مکان گانا بجانا تو در کنار کسی مکروہ چیز سے ملا کر نہیں کیا۔

(۲) یہ ایک مستحب و اہم عبادت ہے۔ اس کے لیے بازار سڑکوں اور گندی جگہوں کا انتخاب کرنا اگر توہین نہیں تو بے حرمتی ضرور ہے۔ مقدس مقامات پر ہونا چاہیے۔

(۳) ہر گناہ ایک معنوی نجاست اور شرعی غلاظت ہے۔ اس سے مخلوط کر کے ذکر کرنا نجاست سے مخلوط کرنا ہے سخت توہین ہے۔ اسی لیے امام اعظم رح کی کتاب کی شرح، شرح فقہ اکبر میں گانے بجانے سے ذکرِ رسول کو ملوث کرنا کفر قرار دیا گیا ہے۔ مردوں میں عورت یا بے ریش لڑکے کا بیان بھی نیکی اور گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۴) جو طور طریق کافروں کے ہیں جیسے وہ خود گندے ہیں، ان کے طور طریق بھی شرعی نظر میں گندے ہیں، ان سے مخلوط کرنا بھی ذکرِ پاک کو گندگی سے ملوث کرنا ہے، سخت بے حرمتی ہے، مقررہ ڈے ہو، جلوس ہو، گیٹ ہوں، جھنڈیاں ہوں، یا اور ان کے طور طریق ہوں، سب اسراف کی وجہ سے بے حرمتی کا ذریعہ ہیں، بجائے ثواب کے گناہ ہیں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ان بے حرمتیوں کو خود جان نثار ثواب سمجھ بیٹھے ہیں۔

(۵) کسی عبادت کو اس کے درجے سے بڑھانا بھی گناہ بنا دیتا ہے۔ کسی بھی مستحب کام کو فرض و واجب قرار دے لینا عقیدہ میں ہو یا عمل میں ——— اسے گناہ بنا دیتا ہے مجوزہ روش آج ہو رہی اسی قسم کی ہو رہی ہے۔ اس کی اصلاح ضروری ہے خصوصاً سال بھر کے لیے گناہوں کا کفارہ قرار دینا۔

(۶) کوئی مستحب کام اس وقت تک مستحب رہ سکتا ہے جب وہ کسی فرض، واجب میں خلل انداز

نہ ہو۔ نہ اوقات نماز میں نہ کسی اور کام میں ورنہ گناہ کا سبب گناہ ہو جائے گا۔

(۷) ذکر رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تمام صورتوں کو ترک کر کے کسی ایک مجازی صورت کو حقیقت سے افضل قرار دینا بھی جرم قرار پاتا ہے۔ ہر مسلمان کا کام تو یہی ہے کہ ہر ہر آن ذکر سے ہر ہر وقت کسی نہ کسی طرح ذکر رسول کی سعادت حاصل کیا کرے۔ تمام عمر خوابِ غفلت میں گزارنا اور بے طریقہ ایسا ذکر کرنا جس میں کام نہ کرنا پڑے نام ہو جائے خلوص کی شان کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

نعت

—— مولانا قدرت اللہ قدرت ——

نعت لکھنے کا یہ سامان بنا لوں تو لکھوں
مشک و عنبر سے دہن اپنا بسا لوں تو لکھوں

چشمِ حورانِ بہشتی کا میں کاجل پاؤں
شاخِ سدرہ سے قلم پہلے بنا لوں تو لکھوں

یا قلم کی جگہ مل جائے مجھے نوکِ ہلال
صفحۂ شمس ہے خالی اسے پا لوں تو لکھوں

صبغۃ اللہ سے رنگین تو کر لوں کاغذ
حاشیہ کاہکشاں سے میں منگا لوں تو لکھوں

پہلے جبریلؑ سے آدابِ کتابت سیکھوں
عظمتیں اسم مبارک کی لکھا لوں تو لکھوں

عمر بھر پہلے پڑھوں دل سے درود اور سلام
پھر سراپا کو میں آنکھوں میں بسا لوں تو لکھوں

ماسوا کا خس و خاشاک بھرا ہے دل میں
آتشِ عشق سے میں اس کو جلا لوں تو لکھوں

نعت لکھنے کی یہ حسرت تو ہے قدرت لیکن
یہ لوازم نہیں ملتے انھیں پا لوں تو لکھوں

★

سلام

بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد

جناب محمد اسمٰعیل علی خان صاحب تاج

باعثِ تکوینِ عالم الصلاۃ والسلام
افضل و اعلےٰ مکرم الصلاۃ والسلام

ہر طرف چھائی ہوئی تھی کفر و ظلمت کی گھٹا — چل رہی تھی ہر طرف شرک و ضلالت کی ہوا
جبر و استبداد سے تاریک تھی ساری فضا — آپؐ جب تشریف لائے اے شہِ ہر دوسرا

مطلعِ انوارِ رحمت بن گیا عالم تمام
باعثِ تنویرِ عالم الصلاۃ والسلام

بُت پرستی کی طرف مائل تھے حق کو چھوڑ کر — حق سے غافل ہو گئے باقی سے رشتہ توڑ کر
راندہ و ملعون ہوئے اللہ سے منہ موڑ کر — آپؐ آقا سے رہے بندوں کا رشتہ جوڑ کر

آپؐ کی آمد سے قائم ہو گیا حق کا نظام
رحمتِ خلّاق عالم الصلاۃ والسلام

قتل و غارت رہزنی تھی جن کا اک ادنےٰ کمال — جن کی ہستی دوشِ ہستی کے لیے تھی اک وبال
جن کی بدکرداریوں سے تھی شرافت پائمال — تھا اسیرِ فسق و کفر و شرک جن کا بال بال

آپؐ جب تشریف لائے رحمتِ ربِّ انام
بن گئے ارذل مکرم الصلاۃ والسلام

عام تھا دنیا میں معبودانِ باطل کا اثر — پُج رہے تھے آگ پانی خاک پتھر اور شجر
کوہ و دریا، برق و باراں، انجم و شمس و قمر — آپؐ کفرستانِ عالم میں ہوئے جب جلوہ گر

آپؐ نے لہرا دیا روئے زمیں پر لا کلام
وحدتِ خالق کا پرچم الصلاۃ والسلام

خرمنِ ہوش و خرد پر گر رہی تھیں بجلیاں
عقل کو گھیرے ہوئے تھیں نفس کی طغیانیاں
ننگِ ہستی بن گئیں انساں کی بد اعمالیاں
آپؐ کی آمد سے پھیلیں ہر طرف بیداریاں
حکمت و دانش کی دولت ہوگئی دنیا میں عام
ناشرِ دینِ معظم الصّلاۃ والسّلام

پھر رہی تھی یہ دماغوں میں ہوائے خود سری
گویا اپنے وقت کا فرعون تھا ہر آدمی
آپؐ جب تشریف لائے با شکوہِ خسروی
ختم ہو کر رہ گئی سب سرکشوں کی سرکشی
سرکشانِ دہر بن کر رہ گئے ادنےٰ غلام
سرورِ سلطانِ عالم الصّلاۃ والسّلام

نسل میں والا نسب عادات میں گرگ و پلنگ
بھائیوں کی بھائیوں سے باہمی پیکار و جنگ
بیٹیاں تھیں باپ کے نزدیک وجہِ عار و ننگ
صنفِ نازک پر تھی یہ دنیا باایں وسعت بھی تنگ
آپؐ کی آمد نے ہر طبقہ کو بخشا اک مقام
معدنِ افضالِ پیہم الصّلاۃ والسّلام

شور و غوغا گالیاں قسمیں تھیں جزوِ زندگی
آبرو ریزی تو گویا کچھ نہ تھی اک دل لگی
آگ پانی سے تھے ارزاں عصمتِ دوشیزگی
ہاں فقط اک دخترِ رز تھی لایقِ صد بندگی
آپؐ کی آمد تھی گویا ایک تیغِ بے نیام
ماحیٔ ہر فسق عالم الصّلاۃ والسّلام

شانِ رب، عالی نسب، اُمّی لقب والا ہمم
ذی حشم، شکل کرم فضلِ اتم دار وئے غم
تاجدارِ کشورِ لولاک، سلطانِ اُمم
اضطرابِ دل کا ساماں مژدۂ لطف و کرم
آپؐ کا میلادِ اعظم رحمتِ ربِّ انام
میہمانِ عرشِ اعظم الصّلاۃ والسّلام

آپؐ جب تشریف لائے تھے تو صحرائے جہاں
بن گیا تھا غیرتِ خلدِ بریں رشکِ جناں
چھا گیا تھا ہر طرف اک دلکش و رنگیں سماں
آپؐ جب تشریف لائیں گے تو بہرِ عاصیاں
عرصۂ محشر بنے گا محفلِ عشرت تمام
اے شفیعِ جملہ عالم الصّلاۃ والسّلام

حضورؐ پر وحی کیسے نازل ہوتی تھی؟

نزولِ وحی کی مختلف صورتیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی مدظلہم جامعہ اشرفیہ لاہور

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ہم تیرے پاس پہنچانے والے ہیں ایک وزن دار بات (مزمل)

اس آیت میں وحی کی ایک اہم اجمالی کیفیت کا تذکرہ ہے کہ وہ بہت وزن دار کلام ہے۔ قرآن فہمی کے لیے تفسیر کے ضروری مبادی و اصول کا جاننا ناگزیر ہے۔ اصولِ تفسیر کے شعبوں میں سے اوّلین شعبہ یہ ہے کہ نزولِ وحی کی کیفیت اور نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم اور جبریل علیہ السلام کے مابین افہام و تفہیم کے سلسلے کی نوعیت معلوم کی جائے۔ اس مضمون میں اس سلسلہ کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ جبریلؑ و نبیؐ کے درمیان نزولِ وحی کے وقت ایک ایسا پوشیدہ ربط قائم ہوتا تھا جس کے بعد نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم جبریلؑ کی بات سُن لیتے تھے۔ ان دونوں کے علاوہ حاضرین کو کچھ پتہ نہیں چل سکتا تھا۔ ممکن ہے پہلے زمانہ میں ان باتوں کا سمجھنا قدرے مشکل ہو لیکن اس سائنسی ارتقار کے دَور میں ان حقائق کا ادراک نہایت سہل ہے۔ سائنس نے تو ان حقائق کی پوشیدہ گرہیں کھول کر رکھ دیں۔ ٹیلیفون اور لاسلکی وائرلیس کے نظام پر غور کرنے سے نزولِ وحی کی کیفیت بہت حد تک واضح ہو جاتی ہے۔

عالمِ باطن و عالمِ ظاہر دونوں سے نبی کا ربط قائم ہوتا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم عالمِ روحانی کے علوم اور خبریں غیبی ٹیلیفون کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور عالمِ ظاہر یعنی انسانوں میں ان علوم کو پھیلاتے ہیں۔ نبی کا دل قدرت کا وہ خزانہ ہے جس میں غیب سے علوم کی نہریں بہہ کر جا گرتی ہیں اور پھر یہیں سے وہ علوم بہ کثرت اُمّت کے دلوں کو روحانی باغ و بہار سے ہم آغوش کرتے ہیں۔

عام محدّثین و مفسّرین کے نزدیک نزولِ وحی کی کیفیتیں چھ ہیں۔

قسمِ اوّل ــــ یہ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جب فرشتہ وحی پہنچانے آتا تو پہلے گھنٹی کی آواز سے ملتی جلتی جیسی آواز سنائی دیتی تھی جس سے آپ کو معلوم ہوجاتا کہ اب وحی آیا چاہتی ہے۔ اس کے بعد فوراً وحی نازل ہونے لگتی۔ وحی کی یہ قسم وزن دار اور اپنی کیفیات و لوازم کے اعتبار سے بہت گراں بار ہوتی تھی۔ بخاری شریف کی روایت ہے وھو اشدّہ علیّ اس قسم کی وحی کے نزول کے وقت آپ پر بہت سختی اور گرانی گزرتی تھی۔ مثلاً یہ کہ (۱) بوجھ کے سبب چہرہ مبارک سرخی مائل ہوجاتا تھا (۲) سانس پھولنے لگتا (۳) منہ سے خراٹوں جیسی آواز نکلتی تھی (۴) جاڑے کے موسم میں پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے (۵) آپ کا ارشاد ہے فما من مرّۃ یوحی الی الا ظننت ان نفسی تقبض (اتقان) یعنی مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میری جان ابھی نکلی ابھی نکلی (۶) اگر اس وقت کسی سواری پر سوار ہوتے تو سواری تحمل نہیں کرسکتی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طاقتور عضباء نامی اونٹنی کی کمر ٹیڑھی ہوکر ٹوٹنے کے قریب ہوجاتی تھی۔ (۷) ایک مرتبہ آپ کی ران مبارک زید بن ثابت کی ران پر تھی، اس وقت وحی نازل ہوئی۔ زید بن ثابت کو ایسا محسوس ہُوا کہ ان کی ران بوجھ سے پھٹ جائے گی (۸) وحی کی گراں باری میں اس وقت مزید اضافہ ہوتا جب وعید و عذاب کا حکم آتا۔

آوازِ وحی کی حقیقت ــــ گھنٹی کی یہ آواز یا تو فرشتے کے پیروں کی آواز تھی۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے اذا قضی اللّٰہُ الامر فی السماء ضربت الملائکۃُ باجنحتِہا۔ آسمان میں جب خدا کا کوئی فیصلہ ظاہر ہوتا ہے تو فرشتے اپنے پروں کو ہلانے لگتے ہیں۔ یا یہ خود فرشتے کی آواز ہوتی تھی جو نزولِ وحی کی علامت قرار دی گئی تھی۔

ہر آواز کی یہ خصوصیت تھی کہ سنتے ہی نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دل و دماغ دیگر تمام خیالات سے خالی ہوکر یکسوئی حاصل کرلیتا تھا۔

قسمِ دوم ــــ وحی کی دوسری قسم یہ ہے کہ نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سینۂ مبارک میں فرشتے کی آواز کے توسط کے بغیر کسی حکم کا القاء ہوجاتا تھا۔ اس القاء کو ہم الہامِ نبیؐ کا نام بھی دے سکتے ہیں، الہام اولیاء کو بھی ہوتا ہے۔ مگر نبی کے الہام اور ولی کے الہام میں زمین و آسمان کا فرق ہے ولی کا الہام ظنّی ہوتا ہے، نیز عام امّت کے لیے وہ حجت بھی نہیں ہوتا۔ اور نبی کا الہام یقینی اور اُمّت

کے لیے قوی دلیل ہوتا ہے۔ نبی کا الہام وحی کی ایک مستقل قسم ہے۔

ایک حدیث ہے ان روح القدس نفث فی روعی "حاکم" جبریل نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی

قسم سوم ——— کیفیت وحی کی تیسری قسم یہ ہے کہ فرشتہ انسان کی شکل میں آکر ہمکلام ہوتا تھا۔ وحی کی یہ قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سہل تھی، حدیث ہے۔ واحیانًا یتمثّل لِی الملك فیکلّمنی فاَعِیْ مَا یقُوْل وھو اَھْوَنہٗ علیّ۔ آسانی کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں فرشتہ انسانی روپ دھار لیتا تھا تو اس سے گفتگو عام انسانی عادات واطوار کے دائرے کے اندر اندر ہوتی تھی۔

مسلم شریف کی پہلی حدیث ہے کہ جبریل علیہ السلام ایک مسافر انسان کی شکل میں آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کرنے لگے۔ عموماً جبریل علیہ السلام دحیہ کلبی صحابی رضی اللہ عنہ کا روپ دھار کر تشریف لاتے تھے۔ دحیہ بن خلیفہ کلبی انتہائی خوب صورت صحابی ہیں۔ آپ کی خوب صورتی سارے عرب میں ضرب المثل تھی۔ قیصر روم کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ ہی کے ہاتھ اپنا خط مبارک بھیجا تھا۔ روم کے بازاروں میں گزرتے وقت آپ کے دیکھنے کے لیے رومیوں کا اژدحام ہو جاتا تھا۔

قسم چہارم ——— کیفیت وحی کی چوتھی قسم یہ ہے کہ کبھی کبھار نیند کی حالت میں بواسطہ فرشتہ وحی آجاتی تھی۔ انبیاء علیہ السلام کا خواب بھی بیداری کا حکم رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے نیند میں انبیاء علیہم السلام کی صرف آنکھیں ہی بند ہوتی ہیں، دل بیدار ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی مختصر ترسورت سورت کوثر خواب ہی میں نازل ہوئی ہے۔ یہی سورت کوثر خواب میں نازل ہو چکنے کے بعد دوبارہ بیداری میں بھی نازل ہوئی۔

عن انس قال بینا رسول اللہ بین اظھرنا اذ غفا اغفاءۃ ثم رفع رأسہ متبسما فقلنا ما اضحکک یا رسول اللہ فقال انزل علی انفا سورۃ فقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انا اعطینك الکوثر فصل لربك وانحر ان شانئك ھو الابتر۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ہم نبی کریمؐ کی مجلس میں بیٹھے تھے، آپ اونگھنے لگے۔

پھر سر اُٹھا کر تبسّم فرمایا۔ ہم نے تبسّم کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک مختصر سی سورت نازل ہوئی۔ پھر آپؐ نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انا اعطینٰک الکوثر الخ

قسمِ پنجم ۔۔۔۔ کیفیت وحی کی پانچویں قسم یہ ہے کہ سوتے سوتے اللہ کی زیارت نصیب ہوجانے کے علاوہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ سے ہمکلام ہونے کا شرف بھی حاصل ہوجاتا تھا۔ حضرت معاذ کی روایت ہے۔ اتانی ربی فقال فیم یختصم الملاء الاعلیٰ۔ الحدیث۔ فرماتے ہیں۔ خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت ہوئی، ارشاد ہُوا، اے نبی، غور کیجئے۔ ملأ اعلیٰ کے فرشتے کن مسائل میں بحث کر رہے ہیں۔

چھٹی قسم ۔۔۔۔ کیفیت وحی کی چھٹی قسم یہ ہے کہ بیداری میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوجائے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر آگ لینے کے لیے تشریف لے گئے تو درخت کے پاس انھیں اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف عنایت ہُوا۔

اسی طرح معراج کی رات ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ سے ہمراز ہو کر شرفِ ہمکلامی سے نوازے گئے۔ پانچ نمازوں کی فرضیت وحی کی اس قسم سے ہوئی۔

ان چھ طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس احکامِ خدا پہنچتے تھے۔ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ★★

"رسید بک"

انوارِ مدینہ کی رسید بک نمبر ۱۶ (جس میں نمبر ۱۶۰۱ سے نمبر ۱۷۰۰ تک رسیدیں ہیں) انوارِ مدینہ کے خادم سے انار کلی لاہور میں کھوگئی ہے۔ اگر کسی صاحب کو ملی ہو تو ازراہِ کرم ہمیں مطلع فرمادیں، ہم منگوالیں گے اور کوئی شخص اسے استعمال کرتا ہُوا پایا جائے تو اسے مجرم سمجھا جائے اور دفتر انوارِ مدینہ اور تھانہ میں اس کی اطلاع کردی جائے۔ نوازش ہوگی ۔۔۔۔ ادارہ

حدیثِ نظر

احسان دانش

بتوں سے پھر گیا دل، اب اُدھر دیکھا نہیں جاتا
درِ مولیٰ پہ ہُوں اور سوئے دَر دیکھا نہیں جاتا

رُخِ خیر البشر تو پھر رُخِ خیر البشرؐ ٹھہرا
ان آنکھوں سے درِ خیر البشرؐ دیکھا نہیں جاتا

ہزار آئینے برتے ہیں ہزار آئینہ بیں دیکھے
ترے جلوؤں سے کوئی بہرہ ور دیکھا نہیں جاتا

اسی کوچے میں بیٹھا ہُوں یہیں سے مر کے اُٹھونگا
گدا بے شک ہُوں، کوئی اور در دیکھا نہیں جاتا

میرے مولا رہوں کب تک مَیں ان بے دین لوگوں میں
کہ یہ جبرِ مسلسل عمر بھر دیکھا نہیں جاتا

جو سمٹیں آنسوؤں کی جھالریں سب کچھ نظر آئے
خطا کس کی ہے؟ جو اے چشمِ تر دیکھا نہیں جاتا

کبھی مہتاب کی صورت اُتر بھی آؤ آنگن میں
ستاروں کو مسلسل رات بھر دیکھا نہیں جاتا

جو تو غفلت سے چونکے راہِ حق بھی خود بخود اُبھرے
مُندی آنکھوں تماشائے سحر دیکھا نہیں جاتا

ہزاروں اہلِ زر اس آستاں پر سر بزانو ہیں
جہاں انسان کی قیمت ہے، زر دیکھا نہیں جاتا
دکھا بھی دے، عطا کی ہے نظر جس کیلیے مجھ کو!
اُٹھا بھی دے، حجاباتِ نظر، دیکھا نہیں جاتا
مُسلسل ہو رہی ہے جانے کیوں اُمت کی رسوائی
دعاؤں میں یہ افلاسِ اثر دیکھا نہیں جاتا
کھڑا ہوں کب سے محرابِ حرم کے سامنے دانش
نظر رہ رہ کے اُٹھتی ہے مگر دیکھا نہیں جاتا

★

صنعتوں میں کام آنے والے
کیمیکلز اور تیزاب کے سپلائر

اکبری سٹور

بیرون اکبری گیٹ لاہور

فون ۶۳۸۳۲

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ: قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ الاندلسی
مترجمہ: محترم نور محمد صاحب غفاری ایم اے، بہاولنگر

الباب الاول

فی ثناء اللہ تعالیٰ علیہ واظہارہ عظیم قدرہ لدیہ ۰

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین۔
(آل عمران: ۸۱)

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرفداری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا ؟ وہ بولے ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور اس پر میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔
(از حضرت تھانویؒ)

جناب ابو الحسن قابسیؒ فرماتے ہیں " اللہ تعالیٰ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عظیم الشان فضل وکرم سے نوازا ہے جو آپؐ کے سوا کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔ اور اس وجہ سے آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام انبیاء کرام پر فضیلت بخشی۔ اس آیت کریمہ میں اسی خاص " فضل " کا ذکر کیا گیا ہے۔

مفسرین حضرات (اس آیت کی تفسیر میں) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ عہد لیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی نبی ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہ فرمائی ہو اور کسی بھی نبی کو یہ عہد لیے بغیر نہیں چھوڑا کہ اگر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پا وے تو آپؐ

پر ایمان لائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان انبیاء کرام سے اس بات کا بھی وعدہ لیا گیا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا اپنی اقوام سے بھی تعارف کرائیں اور اپنی اقوام سے اس بات کا وعدہ لیں کہ وہ آئندہ آنے والی نسلوں سے یہ وعدہ بیان کریں۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ثُمَّ جَآءَكُمْ سے ان اہلِ کتاب کو خطاب ہے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے انبیاء دنیا میں تشریف لائے ان سب سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عہد لیا گیا کہ اگر وہ (نبیؑ) انؐ کا عہدِ مبارک پائیں تو ان پر ایمان لائے اور آپؐ کی مدد کریں اور اپنی قوم سے بھی اسی قسم کا عہد لیں۔ اسی قسم کے ارشادات جناب سدیؒ اور قتادہؒ سے منقول ہیں۔ ان دونوں حضراتؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ آیت اور آیتوں میں مندرج ہے پھر بھی یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فضائل و مناقب کا حصر کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۔

اور جب ہم نے انبیاء (علیہم السلام) سے ان کا اقرار لیا اور تجھ سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ سے اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰؑ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے نہایت پختہ عہد لیا۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ

ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوحؑ کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور اولادِ یعقوبؑ اور عیسیٰ علیہ السلام اور ایوب اور یونس علیہ السلام اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور ایسے پیغمبروں کو صاحبِ وحی بنایا جن کا حال اس کے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا۔ ان سب کو

الرُّسُلِ ، وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۝

ــــ نساء ــــ

(۱۶۳ تا ۱۶۶)

خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لیے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالےٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ تعالےٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے علمی کمال کے ساتھ شہادت دے رہے ہیں اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ ہی کی شہادت کافی ہے۔

حضرت عمرؓ کی روایت ــــ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن کسی وجہ سے روتے ہوئے دیکھا تو عرض کی "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کو رونے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت کی یہ شان ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں مبعوث ہوئے مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کا ذکر خیر سب سے اوّل میں فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ الخ اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کی فضیلت کی یہاں تک انتہا ہوگئی کہ جب اہل دوزخ عذاب میں مبتلا ہوں گے آپ کی اطاعت کی تمنّا کریں گے۔ اور کہیں گے۔

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۔ اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

حضرت قتادہؒ کی روایت ــــ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں خلقت میں اوّل اور بعثت میں سب سے آخر ہوں"۔ یہی وجہ ہے کہ آیت بالا میں آپ کا ذکر مبارک حضرت نوح علیہ السلام (جنھیں آدمِ ثانی کہا جاتا ہے) سے بھی پہلے آیا ہے۔

حضرت سمرقندیؒ ــــ فرماتے ہیں "اس تقدیم ذکر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے اس وقت عہد لیا جب انھیں حضرت آدم علیہم السلام کی پُشت سے چیونٹیوں کی مانند نکالا تھا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ : ۲۵۳)

حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں سے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے (مثلاً حضرت موسیٰؑ) اور بعضوں کو ان میں سے بہت سے درجوں پر سرفراز کیا ہے۔

مفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ" سے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات ستودہ صفات مُراد ہے، کیونکہ :

۱۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر سرخ و سیاہ کے نبی بن کر آئے۔

۲۔ آپؐ کے لیے غنیمت حلال کی گئی۔

۳۔ آپؐ کے ہاتھوں کثیر التعداد معجزات ظاہر ہوئے۔

۴۔ کسی نبیؑ کو کوئی فضیلت و کرامت ایسی نصیب نہیں جس کی مانند آپ کو عنایت نہ کی گئی ہو۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بعض علما نے کہا ہے کہ آپ کی فضیلت ایک دوسرے پہلو سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام کو ان کے نام لے کر پکارا ہے (مثلاً یا آدم اسکن الخ) مگر جب جناب نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مخاطب فرمانا چاہا تو نام لے کر نہیں بلکہ خطاب دے کر یَاَیُّهَا النَّبِیُّ، یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ وغیرہا

حضرت ابوالّلیث سمرقندیؒ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِیْمَ" میں حضرت کلبیؒ سے حکایت کیا ہے کہ یہاں "ہٗ" کی ضمیر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا تقدیر عبارت یوں ہوگی اِنَّ مِنْ شِیْعَةِ مُحَمَّدٍ لَاِبْرَاهِیْمَ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دین پر تھے اور فراءؒ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ان کے اس نظریہ کو ان سے حضرت مکیؒ نے حکایت کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں "ہٗ" کی ضمیر کا مرجع جناب حضرت نوح علیہ السلام ہیں (واللہ اعلم)

اکابر دیوبندؒ

اور

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خطیبِ اسلام حضرت مولانا محمد اجمل صاحب مدظلہٗ

حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی شخصیت
اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ (جو
ـــــ جنت المعلّٰی مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں) کی نظر میں ـــــ

حضرت حاجی صاحبؒ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو مکہ مکرمہ سے خطوط تحریر فرماتے رہے ہیں۔ جن میں سے بعض کے مضامین اور القاب مندرجہ ذیل ہیں۔

از فقیر امداد اللہ عفی عنہٗ، بخدمت فیضدرجت منبع علوم شریعت وطریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب مُحدّث گنگوہی سلمہٗ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مکروہاتِ دارین سے محفوظ رکھ کر قرب مراتب و درجات عالیات عطا فرماوے اور آپ کی ذات بابرکات کو ذریعہ ہدایت خلق فرماوے۔ آمین

الحمد للہ آپ کی کیفیات باطنی وحالات مقدسہ سُن کر کروڑ کروڑ شکر اللہ کا بجالایا۔ اللہ تعالےٰ آپ کے درجات اور قرب کو ترقی بالائے ترقی بخشے اور ہم بے بہروں کی نجات کا وسیلہ بنائے۔

ایک اور خط میں تحریر فرمایا۔ از مکہ معظمہ حارۃ الباب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ، ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شے اس کو ہلا نہیں سکتی اور جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبّت رکھتا ہے۔

از مکہ مکرمہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۰ھ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔

بخدمت فیضدرجت، سراپا خیر و برکت، سراسر خلوص و محبت، عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الحمد للہ فقیر خیریت سے ہے۔ آپ کے واسطے دعاء خیر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عشق و محبت، رضا و تسلیم میں رکھ کر آپ کا فیض جاری کر کے حسن خاتمہ نصیب فرماوے۔

ایک دوسرے خط میں عارف باللہ کے مبارک لقب سے یاد فرما رہے ہیں۔ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہٗ۔ بخدمت فیضدرجت، سراپا خیر و برکت عارف باللہ عزیزم جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الحمد للہ فقیر خیریت سے ہے اور آپ کی صحت و سلامتی خدا تعالیٰ کی جناب سے مطلوب۔ از مکہ مکرمہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ۔

خط نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہٗ۔ بخدمت فیضدرجت جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ادام اللہ فیوضھم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو باعثِ استقامت خلق و وسیلہ ہدایت کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلاوے اور مارے اور فقیر کا بھی وقت قریب ہے دعاء حُسن خاتمہ سے مدد فرماویں۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہٗ۔ بخدمت بابرکت و فیضدرجت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہٗ۔ سلام علیکم چو در خاطری۔ گر از چشم دوری بدل حاضری۔

عرضداشت از مولا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔ بخدمت مرشد برحق

قدوۃ السالکین اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ

ـــــــــ حضرت نے جو بندۂ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے، میرے ماوائے دارین! اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں۔ بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں، مگر جو ارشاد حضرت ہے، تو کیا کروں، بناچاری کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ حضرت مرشد من اہلم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دُور ہوئے۔ غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے۔ اس سال تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی سندِ حدیث حاصل کر کے گئے ہیں اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سنّت کے

احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعتِ دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جاوے اور حضرت کے ہاں حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جذر قلب (دل کی گہرائی) میں غیر حق تعالیٰ سے نفع و ضرر کا التفات نہیں واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علحدگی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کسی کے مدح و ذم کی پروا نہیں رہی۔ معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً رغبت پیدا ہوگئی ہے اور یہ اثر اُسی نسبت یادداشت بیرنگ کا ہے جو مشکوٰۃ انوار حضرت سے پہنچا ہے بس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔ یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ والسلام ۱۳۰۶ھ۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں تحریر فرمارہے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حالات جس نے مشاہدہ کئے ہیں وہ بیشک آپ کی محبت مصطفویہ اور تعظیم احمدی کا اندازہ کر سکتا ہے۔ ہم چند باتیں چشم دید کہ جن سے اکثر حضرات واقف ہوں گے بیان کرتے ہیں۔

۱ے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں تبرکات میں حجرہ مطہرہ نبویہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا۔ بروز جمعہ کبھی کبھی حاضرین و خدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے، تو صندوقچہ خود اپنے دستِ مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اوّل اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور اُن کے سروں پر رکھتے۔

۲ے مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو نہایت عظمت و حفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعدد میں خود بھی استعمال فرماتے اور حضار بارگاہ مخلصین کو بھی نہایت تعظیم و ادب سے اسی طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور اثمار جنت ہاتھ آگئے ہیں۔ حالانکہ بصرہ اور سندھ وغیرہ کی کھجوریں ہمیشہ آتی رہتی تھیں، مگر ان کی وقعت اس سے زیادہ ہرگز نہ تھی کہ جملہ میووں میں سے یہ بھی ایک میوہ ہے۔

۳ے مدینہ منورّہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے، لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے۔ ان کو ہاون دستہ میں کٹوا کر نوش فرماتے یا مثل چھالیوں کے کتروا کر لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

۴ے احقرؔ ماہ ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ میں بہمراہی بھائی محمد صدیق صاحب، جب حاضرِ خدمت ہُوا تھا، تو

ا ے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں، چونکہ وہ احقر کے پاس موجود تھی، اسلئے باادب ایستادہ پیشکش خدمت اقدس کیا، تو نہایت وقعت و عظمت سے قبول فرماکر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد نمازِ عشاء خواب استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنۃ اس سرمہ کو آخر وقت تک استعمال کرتے رہے۔ اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں۔

۵:- بعض مخلصین نے کچھ کپڑے مدینہ منورہ سے خدمت اقدس میں تبرکاً ارسال کئے۔ حضرت نے نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے اُن کو دیکھا۔ بعض طلبہ اور حضار مجلس نے عرض کیا کہ حضرت اس کپڑے میں کیا برکت حاصل ہوئی، یورپ کا بنا ہُوا ہے، تاجر مدینہ میں لائے، وہاں سے دوسرے لوگ خرید لائے اس میں تو کوئی وجہ تبرک ہونے کی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت نے شبہ کو رد فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کی اس کو ہَوا تو لگی ہے۔ اس وجہ سے اس کو یہ اعزاز اور برکت حاصل ہوئی۔ پس خیال کرنے کی بات ہے کہ جس شخص کا محبت نبوی میں یہ حال ہو کہ دیارِ محبوب کی گٹھلیاں اور وہ گرد جو کہ محبوب کے روضہ کے اردگرد اڑکر جمع ہو گیا ہو (کیونکہ قبر مبارک تک بوجہ دیواروں کے جملہ اشیاء کا پہنچنا محال ہے) اس عظمت سے رکھا جاوے، اور وہ چیزیں جن کو کفار نے دارالکفر میں اپنے ہاتھ سے بنایا ہو —— محبوب کی چند روزہ ہَوا کھانے کی وجہ سے تبرک عظیم بن جاویں۔ خود احقر (حضرت مدنیؒ) کا مشاہدہ ہے کہ تین دانے اُن کھجوروں کے جو صحن خاص مسجدِ نبوی میں نصب ہیں، اسی سال لاکر حضرت اعلیٰ کی خدمت میں پیش کیے تھے۔ ان کی حضرت نے اس قدر وقعت فرمائی کہ نہایت اہتمام سے ان کے ستر سے کچھ زائد حصے فرما کر اپنے اقرباء و مخلصین و محبین میں تقسیم فرمائے اور اپنا بھی اُن میں ایک حصہ قرار دیا۔ صاحبو! ہزاروں مدعین محبت سے احقر کو ملاقات کی نوبت آئی اور وہ خاص کھجوریں اُن کو دی گئیں، لیکن کسی کو اس اخلاص و عظمت کے ساتھ لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

۶:- حجرہ مطہرہ نبویہ کا جلا ہُوا زیتون کا تیل وہاں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخلصین نے ارسال کیا تھا۔ حضرت نے (باوجود نزاکت طبعی کے جس کی حالت عام لوگوں میں ظاہر ہے) اُس کو پی لیا۔ حالانکہ اولاً زیتون کا تیل خود بے مزہ ہوتا ہے ثانیاً بعد جلنے کے اس میں اور بھی تغیر ہو جاتا ہے، مگر واہ رے عاشق سید الرسل و شیدائے خاتم الانبیاء علیہم السلام، باوجود اس نزاکت و

نظافت کے، اسے بلا تامل خوشگوار لذیز چیز کی طرح نوش فرمایا اور اسے بجائے اس کے کہ حل کر جزو بدن بناتے، پی کر جزو بدن بنالیا۔

۷ حضرت گنگوہیؒ کا سُنّتِ مصطفویہ کے ساتھ عشق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپ کو عربی مہینے چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینوں کا استعمال بھی گراں گزرتا تھا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی شخص نے پوچھا کہ گوا لیار کب جاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو حضرت مولانا نے تأسف کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اور ماہ و تاریخ نہیں ہیں جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جاوے، یہی وجہ ہے کہ حضرت کی تحریرات میں کہیں انگریزی یا ہندی مہینوں کا نام نہیں۔

۸ حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز زبدۃ المناسک میں فرماتے ہیں۔ اور جب مدینہ منورہ کو چلے، تو کثرت درود شریف کی راہ میں بہت کرتا رہے۔ پھر جب درخت وہاں کے نظر پڑیں، تو اور زیادہ کثرت کرے۔ جب عمارت وہاں کی نظر آوے، تو درود پڑھ کر کہے۔

اللھم ھذا حرم نبیك فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامانًا من العذاب و سوٗ الحساب۔

اور مستحب ہے کہ غسل کرے یا وضو اور کپڑا پاک صاف، اچھا لباس پہنے اور نئے کپڑے ہوں تو بہتر۔ اور خوشبو لگائے اور پہلے سے پیادہ ہولے اور خشوع اور خضوع جس قدر ہو سکے فروگذاشت نہ کرے اور عظمت مکاں کی خیال کیے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے۔ جب مدینہ منوّرہ میں داخل ہو کہے رب ادخلنی الخ اور ادب اور حضور قلب کے ساتھ دعا کرتا رہے اور درود شریف بہت پڑھے۔ وہاں جا بجا موقع قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منوّرہ میں سوار نہیں ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ سواری کے کھروں سے اس سرزمین کو پامال کروں کہ جس میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہوں اور بعد تحیۃ المسجد کے سجدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اُس کے نصیب کی۔ پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور با ادب تمام خشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف میں آنجناب کو قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کیے ہوئے تصور کرے اور کہے۔ السّلام علیک یا رسول اللہ الخ

اور بہت پکار کر نہ بولے۔ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے۔ اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے کہے۔ یا رسول اللّٰہ اسئلك الشفاعة واتوسل بك الی اللّٰہ فی ان اموت مسلماً علی ملتك وسنتك اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے، مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں اور درود شریف اور دعا سے غافل نہ ہو۔ جس قدر کثرت ہو سکے بہتر ہے۔ اور جب تک مدینہ منورہ میں رہے تلاوت اور ذکر کرتا رہے اور صلوٰۃ وسلام خوب پڑھتا رہے، اور راتوں میں بہت جاگے اور وقت ضائع نہ کرے۔

۹ حضرت مولانا گنگوہیؒ چونکہ بہت متبع سنّت تھے (اتباع سنت دراصل ثمرہ محبت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ مسجد سے بایاں پاؤں نکالنا اور جوتا سیدھے پاؤں میں پہننا سنت ہے۔ دیکھیں حضرت ان دونوں سنتوں کو کیسے جمع فرماتے ہیں۔ لوگوں نے اس کا اندازہ کیا جب حضرت مولانا مسجد سے نکلنے لگے تو آپ نے پہلے بایاں پاؤں نکال کر کھڑاؤں پر رکھا۔ پھر سیدھا پاؤں نکالا، تو کھڑاؤں کی کھونٹی انگوٹھے میں ڈالی۔ اس کے بعد بایاں پاؤں میں کھڑاؤں پہنی۔ سبحان اللہ کیسا دونوں سنتوں کو یکجا جمع فرمایا ہے۔ (از ارواحِ ثلاثہ)

حضرت گنگوہیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ۔

"بر تصویر روضہ منوّرہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ونقشہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً ونقشہ مکہ مکرمہ کہ در دلائل الخیرات واقع است بوسہ دادن وچشم مالیدن از روئے شرع جائز است یا نہ؟"

الجواب بوسہ دادن وچشم مالیدن بریں نقشہا ثابت نیست واگر از غایت شوق سرزد ملامت ہم برجا نباشد، کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۲۲ھ امداد الفتاوٰی۔ ج ۴۔ ص ۲۶۵۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو دیکھا ہے کہ ہر وقت درود شریف کا ورد رہتا تھا اور بات چیت بہت کم کرتے تھے، مگر افسوس ہے کہ جو لوگ سال بھر میں صرف ربیع الاول میں ایک مرتبہ یاد کریں وہ تو محب اور عاشق ہوں اور جو ہر وقت سرشار رہے اس کو منکر سمجھا جائے کیسا غضب ہے۔ صاحبو! کہاں گیا انصاف اور تدین۔ (ماخوذ از وعظ النور ص ۲۰۶)

حضرت حکیم الامتؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد۔ وہاں پر ایک جبّہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اُس کی زیارت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے اُس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں۔ بتلائیے یہ باتیں وہابیت کی ہیں۔ (ملفوظ ۱۸۴، حصہ چہارم الافاضات الیومیہ)

اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم

حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر رحمہما اللہ کی نظر میں

مولوی حافظ محمد اقبال نعمانی

متعلم جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت امام زین العابدین کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی خدمت اقدس میں چند عراقی حاضر ہوئے، ان لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاروق اعظمؓ حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں ناروا اور نامناسب الفاظ استعمال کئے (العیاذُ باللہ) جب یہ لوگ اپنا خبثِ باطن ظاہر کر چکے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟ کیا تم مہاجرین اوّلین میں سے ہو جنھوں نے محض خالقِ کائنات کی خوشنودی کے لیے گھر بار، مال و زر کو چھوڑ کر جلاوطنی گوارا کی اور خدا اور اس کے رسولؐ کی تائید و حمایت میں سینہ سپر رہے، اور بلا شبہ سچے لوگ تھے۔ عراقیوں نے جواب میں عرض کیا کہ نہیں ہم مہاجرین اوّلین میں سے تو نہیں ہیں۔ یہ سن کر آپ نے پھر پوچھا کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جو مدینے میں مہاجرین کی آمد سے پہلے بس رہے تھے جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا تھا اس سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا تھا اس سے دل تنگ نہیں ہوتے تھے اور انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے اور جو شخص اپنی طبیعت کے بُخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ عراقیوں نے جواب میں گذارش کی، نہیں ہم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں بھی نہیں ہو جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ۔ یعنی وہ لوگ جو (ان مہاجرین اور انصار کے) بعد آئے وہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دِلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو بڑا رؤوف اور رحیم ہے۔ جاؤ چلے جاؤ خدا تم سے سمجھے۔

جابر جعفی نے خود بھی شیعہ ہیں روایت کی ہے کہ امام باقرؒ نے انہیں عراق بھیجتے وقت فرمایا "اہل کوفہ کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ جو لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تبرا کرتے ہیں، میں ان سے بری ہوں" روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام باقرؒ نے ارشاد فرمایا کہ جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کے فضل و شرف سے بے بہرہ ہے وُہ سُنت سے ناواقف ہے۔ جعفر جعفی کا بیان ہے کہ ان سے امام باقرؒ نے فرمایا اے جابر مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں کچھ لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں ـــــ کہ ہم سے یعنی اہل بیت سے محبت کرتے ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ میں نے اس کا حکم دیا ہے، انہیں میرا پیغام پہونچا دو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں ان سے بری ہوں مجھے شفاعت محمدؐ نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں کے لیے اِستغفار نہ کرتا ہوں، اور بارگاہ الٰہی میں ان کے لیے رحم کی دُعا نہ کرتا ہوں اگرچہ دشمنانِ خدا ان سے کتنے ہی بیگانہ ہوں۔

آنکھوں کی بینائی کے لیے دُعا خیر کی درخواست

میرا جواں سال بیٹا رئیس احمد شب برأت کے دوسرے روز نمازِ مغرب کے بعد گھر کے باہر اپنے چند دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا کہ کوئی تیزاب کا بھرا ہوا گلاس اس کے منہ پر پھینک کر چلا گیا (خدا جانے کون ظالم تھا) مظلوم پانچ مہینوں سے معذور پڑا ہے۔ آجکل ڈاکٹر منیر صاحب کے زیر علاج ہے۔ قارئین سے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

؎ در پہ تیرے ہاتھ پھیلاتا ہے جو ۔ پا ہی لیتا ہے وہ ہر مقصود کو

احقر مبین احمد۔ سلیم اینڈ کمپنی۔ ۱۰۔ ایبک روڈ لاہور۔

حافظ لدھیانوی

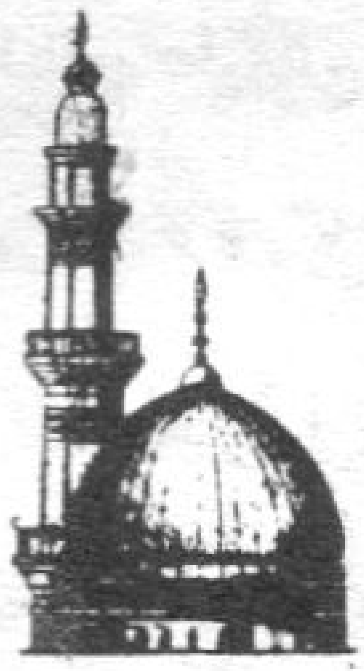

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ظلمات کے پردے چاک ہوئے اے شمعِ نبوّت کیا کہنا
قربان ترے اے مہرِ مبیں اے نورِ ہدایت کیا کہنا

اس وادیٔ عشق و مستی میں کچھ ہوش و خرد کا کام نہیں
ہر گام ہے رہبر ذوقِ جنوں اے جذبِ محبّت کیا کہنا

سب کو ہے ترے جلووں کی لگن ہر دل ہے تری یادوں میں مگن
ہے تیری سخا دامن دامن سب پر ہے عنایت کیا کہنا

ہے ذکر ترا محفل محفل، ہے موجِ کرم ساحل ساحل
ہے ساتھ مرے منزل منزل یہ درد کی دولت کیا کہنا

تاباں ہیں تجھی سے شمس و قمر تابندہ ہے تجھ سے روئے سحر
اے زینتِ بزمِ کون و مکاں اے نورِ لطافت کیا کہنا

وہ پیکرِ خلق مجسّم ہیں وہ راحت ہر دو عالم ہیں
ہر دل میں بسی ہے یاد ان کی ہر دل کی ہیں راحت کیا کہنا

وہ مصحفِ رُخ سبحان اللہ گیسوئے دوتا اللہ اللہ
وہ قامتِ زیبا صلِّ علیٰ وہ آیۂ رحمت کیا کہنا

معراج کا رُتبہ اُن کو مِلا، ہیں ختمِ رُسل محبوبِ خدا
پڑھتے ہیں سبھی ان کا کلمہ یہ شان یہ عظمت کیا کہنا

حافظ بھی ثنا خواں ہے ان کا مدّاحِ نبی منصب ہے مِلا
اے ابرِ کرم سبحان اللہ یہ شانِ سخاوت کیا کہنا

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

—— (۱) ——

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد عرصہ سے کابل میں مقیم ہے۔ یہ حضرات شاہانِ افغانستان کے خاندانی پیر چلے آرہے ہیں۔ اس دور میں صدر المشائخ حضرت مولانا فضل عثمان صاحب مجدّدی اس عظیم منصب کے وارث تھے لیکن وہ ۱۸ سال سے پاکستان میں قیام فرما تھے اور کابل میں قلعۂ[۱] جواد میں ان کے چھوٹے بھائی رشد و ہدایت کا فریضہ باحسن وجوہ ان کی نیابت میں انجام دے رہے تھے۔

لیکن ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ حضرت مولانا فضل عثمان صاحب چند روز علیل رہ کر بروز پنجشنبہ بعد نماز مغرب ساڑھے سات بجے اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ آپ صرف چار دن زیادہ علیل رہے۔ پہلے پیر کے دن بخار ہوا جسے ڈاکٹروں نے ملیریا قرار دیا۔ اس کے بعد انتہا درجہ ضعف ہوگیا (بلڈ پریشر لو ہوگیا) ساتھ ہی شوگر اور بلڈ یوریا کی شکایت بھی تھی۔ حتیٰ کہ چوتھے دن وفات ہوگئی۔ عمر مبارک چھتّر سال تھی۔

آخر تک ہوش وحواس قائم رہے۔ عصر کی نماز کے وقت وضو کرنا چاہتے تھے لیکن صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ تیمّم اور اشارہ سے نماز ادا فرمالیں تو اسی طرح نماز ادا فرمالی۔

رات کو آپ کو غسل دیا گیا۔ اگلے دن جمعہ کے بعد تین بجے بذریعہ طیّارہ جسم مبارک

---

[۱] پہلے یہ حضرات کابل کے آباد ترین بازار "شور بازار" میں رہتے تھے۔ آپ کے والد ماجد انگریز کے خلاف جدّوجہد آزادی میں حصہ لیتے رہے۔ اسلئے انھیں انگریز نے بدنام نام سے موسوم کرکے "ملّا شور بازار" مشہور کیا۔ اب ان حضرات نے قلعہ جواد خرید کر وہیں رہنا شروع کر دیا ہے۔ وہیں خانقاہ ہے۔ آپنے غزنی میں ایک مدرسہ بنایا تھا۔ جس کا خرچ اب تک ان کے پسماندگان خود برداشت کر رہے ہیں۔ آج کل اس میں پندرہ سو طلبہ تعلیم پا رہے ہیں۔

کابل پہنچایا گیا۔

گورنر پنجاب کی طرف سے ان کے خصوصی ایلچی نے اظہارِ عقیدت کے لیے اُن کی نیابت کی۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں عالی مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو اس صدمہ پر صبر و اجر مرحمت فرمائے اور ان کا فیض جاری رکھے۔ آمین۔

(۲)

میرے نہایت مخلص کرم فرما، جناب محترم حافظ فرقان احمد صاحب مدظلہم کی والدۂ محترمہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ آپ نہایت عبادت گزار، فیّاض اور رحمدل خاتون تھیں۔ خداوند کریم کا کرم تھا کہ ان کو اس نے جناب حافظ صاحب جیسا فرزند مطیع و بّار عطا فرمایا ہے۔ جس نے ان کی خدمت، دلجوئی، تیمارداری اور علاج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ حافظ صاحب ان کو تہجّد کے وقت چائے تیار کر کے پیش کیا کرتے تھے اور شام کو دکان سے آتے ہی سب سے پہلے والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ دعائیں دیتیں۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں جاتے۔

ہم سب کی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور حافظ صاحب کو اس صدمہ پر صبر و اجر مرحمت فرمائے اور قارئین کرام سے بھی میری استدعا ہے کہ وہ مرحومہ کے لیے دُعا فرمائیں۔

حامد میاں غفرلہٗ

آ گئے پہلو میں راحت ہو گئی ۔۔۔ چل دیئے اُٹھ کر قیامت ہو گئی

——— حضرت مجذوبؒ ———

جناب اختر راہی ایم اے

ابو نصر فارابی

فارابی کے نام و نسب، جائے ولادت، سیر و سیاحت کی تفصیل حتّٰی کہ مقام وفات کے بارے میں بھی تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم مورّخین کے جملہ بیانات سے فارابی کی زندگی کے چند گوشے اجاگر ہو جاتے ہیں۔

نام و نسب — فارابی کا نسب نامہ یہ ہے۔ محمد بن محمد اوزلغ بن ترخان۔ وہ ایرانی الاصل تھا، لیکن اس کے آباؤ اجداد ترکستان چلے آئے تھے۔ ترکستان ہی میں ۲۵۹ھ / ۸۷۰ء میں فارابی پیدا ہوا۔

جائے ولادت — ابن ندیم (م ۳۸۵ھ) کا قول ہے کہ وہ "فاریاب" کا باشندہ تھا جو خراسان کا ایک مقام ہے۔ صاعد اندلسی (م ۴۶۲ھ) بیہقی (م ۵۶۵ھ) ابن ابی اصیبعہ (م ۶۶۸ھ) ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) اور قفطی (م ۶۹۷ھ) نے جائے ولادت "فاراب" لکھی ہے۔ ان تذکرہ نگاروں کے متفقہ بیان کے پیشِ نظر ابنِ ندیم (م ۳۸۵ھ) کا قول درست نہیں۔ نیز اگر وہ "فاریاب" نامی بستی کا باشندہ ہوتا تو "فاریابی" مشہور ہوتا، نہ کہ "فارابی"۔

"فاراب" کے محلِ وقوع سے متعلق مورّخین مختلف الرائے ہیں۔ صاعد اندلس (م ۴۶۲ھ) شہرزوری (م ۶۰۲ھ) ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) اور قفطی (م ۶۹۷ھ) کی تحقیق کے مطابق "فاراب" بلادِ ترک کا حصہ ہے جو ماوراء النہر میں واقع ہے۔ ابن ابی اصیبعہ (م ۶۶۸ھ) کی روایت ہے کہ "فاراب" خراسان کی ایک بستی ہے۔ یہ اختلاف رائے مقدّسی کے بیان سے دور ہو جاتا ہے۔ "فاراب دریائے جیحوں کے کنارے ایک بستی ہے۔" جسے اِن دِنوں اترار (OTRAR) کہا جاتا ہے۔ اسی تاریخی مقام پر ۸۰۷ھ میں امیر تیمور کا انتقال ہوا۔

فاراب کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار پارٹولڈ نے لکھا ہے۔

"فاراب ایک جدید شہر ہے جس کی قدامت کی تردید اس طرح ہوتی ہے کہ دسویں صدی عیسوی کے مشہور سیّاح اور جغرافیہ دان ابن حوقل اور اصطخری نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، البتہ مقدّسی کی کتاب میں اس کا ذکر ہے جو دسویں صدی کے آخر میں پیدا ہوا"۔

مقالہ نگار کی یہ رائے درست نہیں۔ "فاراب" کا ذکر ابن خردازبہ نے کیا ہے جو ۳۰۰ھ میں فوت ہوا اور خردازبہ کو ابن حوقل اور اصطخری پر تقدّمِ زمانی حاصل ہے۔

تعلیم و تربیت — فارابی کی ابتدائی زندگی پردۂ اخفاء میں ہے۔ تاہم اتنا معلوم ہے کہ اُسے بچپن ہی سے آبائی پیشہ سپہ گری سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی، بلکہ تعلیم و تعلّم کی طرف راغب تھا۔ فارابی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس نے کئی زبانیں سیکھ لی تھیں۔ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) کے بیان کے مطابق وہ ۷۰ سے زیادہ زبانیں جانتا تھا۔ غالباً ان ستر زبانوں میں ایک زبان کو ایسے اختلافات کی بناء پر دو زبانیں سمجھا گیا ہے۔ جیسے لاہور اور پوٹھوار کی پنجابی زبان کو دو قرار دیا جائے۔

فارابی کے دورِ شباب میں عباسی سلطنت کا دارالحکومت بغداد علم و فن کا گہوارہ تھا۔ بیس پچیس سال کی عمر میں فارابی بغداد چلا آیا۔ بغداد سے حرّان گیا۔ حرّان میں عیسائی اہلِ علم تحقیق کی داد دے رہے تھے۔ حرّان کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ کے چچا ہاران نے رکھی تھی۔ "حرّان" ہاران ہی کی تعریب ہے۔ طلوعِ اسلام سے پیشتر یہ شہر صابیوں کا مرکز تھا۔ علّامہ شہرستانی نے لکھا ہے یہاں بارہ ہیکل موجود تھے۔ جن میں ستاروں کی پرستش کی جاتی تھی۔ ۱۷ھ میں اہلِ حرّان نے مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کیا اور حرّان میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ حرّان میں فارابی نے یوحنّا بن خیلان سے اکتسابِ فیض کیا۔ ابنِ خلکان (م ۶۸۱ھ) نے یوحنّا بن خیلان کے ہمعصر متی بن یونس بغدادی کو بھی فارابی کا اُستاد بتایا ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی کی رائے ہے کہ یوحنّا بن خیلان اور متی بن یونس دونوں فارابی کے اُستاد تھے۔

فارابی نے اپنی تحریروں میں یوحنّا بن خیلان کا ذکر اپنے استاد کی حیثیت سے کیا ہے، مگر ابو بشر متی

بن یونس کا نام نہیں لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متی بن یونس فارابی کا استاد نہیں بلکہ ایک معمر معاصر تھا۔ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) کی روایت اس لیے مسترد کی جا سکتی ہے کہ قفطی وغیرہ نے متی بن یونس کا ذکر نہیں کیا۔

فارابی نے مشہور نحوی ابوبکر بن السراج سے بھی فیض اٹھایا۔ اسی طرح کئی دوسرے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہوگا جنہیں تاریخ نے یاد نہیں رکھا۔

بغداد میں فارابی نے عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم پائی۔ اس سے بعض مؤرخین کو یہ غلط فہمی لاحق ہوئی ہے کہ بغداد جانے سے پیشتر فارابی عربی زبان سے نابلد تھا۔ یہ رائے اس لیے غلط ہے کہ ترکستان میں عربی ایک علمی وادبی زبان کی حیثیت رکھتی تھی اور فارابی کا قطعاً نابلد ہونا بعید از قیاس ہے۔ مزید برآں خاصی عمر میں عربی زبان سیکھ کر ایسی اعلیٰ دستگاہ بہم نہیں پہنچائی جا سکتی جیسی کہ فارابی کو حاصل تھی۔ اس نے عربی کو ہی اپنے خیالات وافکار کا ذریعۂ اظہار بنایا ہے۔ عباس محمود مصری رقمطراز ہیں:

"فارابی کو عربی زبان پر ماہرانہ دستگاہ حاصل تھی۔ وہ حسنِ ادا، خوبیٔ تحریر اور دلآویزیٔ بیان کا مالک تھا۔ دقیق معنی کو سُبک اور ستھرے الفاظ میں اس طرح اور اس خوبی سے بیان کرتا تھا کہ وہ پانی ہو جاتے تھے، چنانچہ اس کی اس خوبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علمائے منطق میں سے بعض کا قول ہے کہ وہ معانی جزلہ کو الفاظ سہلہ سے عام فہم بنا دیتا تھا۔ وہ تفہیم معنی کے لیسے راستے پر چلتا تھا جو ہر اعتبار سے مفید مقصد تھا۔"

سیر و سیاحت ۔ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) کے بیان کی رُو سے فارابی بغداد سے حرّان گیا۔ حرّان سے تحصیلِ علم کے بعد واپس بغداد آکر شغلِ تدریس میں منہمک ہو گیا۔ تصنیف وتالیف کا بڑا حصّہ بغداد ہی میں انجام پذیر ہوا۔ فارابی کی آزاد فطرت کسی جگہ و مقام کی پابند نہ تھی، چنانچہ اس نے نہ اپنا مکان بنایا اور نہ کسی ایک جگہ ٹِک کر بیٹھا۔ بلکہ جستجوئے علم کے لیے قریہ قریہ اور بستی بستی گھومتا رہتا۔ بغداد کے قیام کے دوران بھی کبھی شام جا نکلتا اور کبھی خراسان۔

آخر فارابی، حنبلی پیروکاروں کی زیادتیوں، قرامطہ کی قتل وغارت، سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور خاص کر ابن البریدی (م ۳۳۰ھ) کے مظالم سے دل برداشتہ ہو کر بغداد سے حلب چلا آیا۔ حلب میں

سیف الدولہ کے دربار سے منسلک ہو گیا۔

سیف الدولہ حمدان کا پوتا تھا جو ۳۰۱ھ یا ۳۰۳ھ میں متولد ہُوا اور صفر ۳۵۶ھ میں فوت ہُوا۔ حمدانی سلطنت وقوت و حشمت کے لحاظ سے کسی اہم حیثیت کی مالک نہ تھی، مگر سیف الدولہ کی علم پروری اور علماء نوازی کی بدولت علمی و ادبی زندگی کی امین تھی۔ سیف الدولہ کے دربار میں فارابی جیسا فلسفی، متنبی جیسا شاعر اور ابو الفرج اصفہانی جیسا لاثانی ادیب موجود تھا۔

سیف الدولہ کے دربار میں اس کی آمد کا تذکرہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے یوں کیا ہے کہ "فارابی ترکی وضع قطع میں جس کا وہ ہمیشہ پابند رہتا تھا۔ اس محفل میں آیا اور کھڑا رہا۔ سیف الدولہ نے دیکھ کر بیٹھ جانے کو کہا۔ فارابی نے جواب دیا۔ کہاں؟ جہاں میں ہوں یا جہاں آپ؟ سیف الدولہ نے جواب دیا "جہاں آپ ہیں" فارابی صف کو چیرتا ہُوا مسند پر پہنچا اور اس کو وہاں سے ہٹانا چاہا۔ سیف الدولہ نے یہ دیکھ کر اپنے اردگرد کھڑے غلاموں سے دیسی زبان میں کہا جسے بہت کم لوگ سمجھتے تھے کہ "اس بڈھے نے بے ادبی کی ہے۔ مَیں اس سے چند سوال پوچھتا ہوں۔ اگر جواب نہ دے سکے، تو تم اسے بیوقوف بناؤ"۔

سیف الدولہ کے اس کلام کو سُن کر فارابی بول اٹھا کہ "اے امیر! صبر کیجیے کہ تمام اشیاء اپنے نتائج پر موقوف ہیں۔"

فارابی کے اس جواب پر سیف الدولہ حیران رہ گیا اور حیرت سے سوال پوچھا کیا آپ یہ زبان جانتے ہیں؟ فارابی نے کہا۔ میں ستّر سے زیادہ زبانوں پر عبور رکھتا ہوں۔ یہ مکالمہ سیف الدولہ کے دل میں فارابی کی عزت و منزلت بڑھانے کا سبب بنا۔ بعد میں علماء سے فارابی کی علمی بحث ہُوئی جو نہایت دلچسپ اور کامیاب رہی۔ سیف الدولہ فارابی کو خلوت میں لے گیا اور کہا۔ "آپ کچھ کھانا چاہتے ہیں؟"

فارابی نے انکار کیا۔ پھر پوچھا۔ "آپ کچھ لینا چاہتے ہیں؟" فارابی نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ آخر میں اس نے پوچھا "آپ کچھ سننا چاہتے ہیں"۔ فارابی نے اثبات میں جواب دیا، چنانچہ امیر نے گانے بجانے والی عورتوں کو طلب کیا۔ انہوں نے مختلف قسم کے ساز بجائے، تو فارابی نے ان کے اندازِ غنا پر بھرپور تنقید کی۔ سیف الدولہ نے پوچھا کیا

آپ اس فن سے بھی واقف ہیں؟ فارابی نے جواب دیکر اپنی تھیلی سے چند لکڑیاں نکالیں اور اُنہیں جوڑ کر بجانا شروع کر دیا۔ جس سے تمام حاضرینِ محفل ہنسی سے لوٹن کبوتر بن گئے۔ پھر لکڑیوں کو کھول کر دوسرے انداز سے بجایا، تو سب کی رونے سے ہچکی بندھ گئی اور تیسرے طریقے سے بجایا، تو حاضرینِ محفل پر گہری نیند طاری ہوگئی، حتیٰ کہ دربان بھی سو گئے۔

فارابی کی عادات واطوار ـــ فارابی خلوت پسند تھا اور ہنگاموں سے دُور علم کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ بغداد سے اسی لئے بھاگ کر حلب پہنچا۔ اُس نے عمر بھر شادی نہ کی اور جاہ ومال سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مزاج میں قناعت تھی۔ سیف الدولہ کے دربار سے وابستہ ہونے کے بعد وہ عیش و نشاط کی زندگی گزار سکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ بیت المال سے چار درہم یومیہ لیتا تھا اور جملہ ضروریاتِ زندگی اسی قلیل رقم میں پوری کرتا تھا۔ مورّخین نے فارابی کی خود شناسی اور خود داری کا ذکر کیا ہے۔ اس نے چاپلوسی کی اور نہ درباداری کو ہی پسند کیا۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ پوری سلطنت میں وہ سب سے زیادہ صاف گو اور بے باک انسان تھا۔

عقائد ـــ فارابی عقیدتاً سُنّی تھا، لیکن فلسفیانہ عقائد کی گرہ کشائی میں وہ روشن خیال تھا۔ فارابی پہلا مسلم مفکّر ہے جس نے فلسفہ کے ذریعے دین کو سمجھا اور تصوّف سے فلسفہ کو پہچانا۔

فارابی کے نزدیک فلسفہ کی غرض وغایت خداوند تعالیٰ کی معرفت کا حصول ہے۔ فارابی آخرت پر پختہ یقین رکھتا ہے اور جزاء وسزاء کو برحق مانتا ہے۔ ربوبیت خداوندی کے سلسلے میں فارابی کا عقیدہ اہلسنت کا ہے، تاہم وہ تاویل کے ذریعے اس عقیدے کی تصدیق کرتا ہے۔ فارابی نے ریاست کا مقصدِ وجود یہ بتایا ہے کہ وہ دنیا میں شہریوں کے لئے ایسا ماحول پیدا کرے جو آخرت میں ان کی رُوح کو مسرت بخشنے کا سبب بن سکے۔

امام غزالی (م ۵۰۵ ھ) کی رائے ہے کہ فارابی کا فلسفہ اسلامی عقائد سے قریب تر ہے۔ حالانکہ امام غزالی (م ۵۰۵ ھ) فلاسفہ کے زبردست مخالف ہیں۔ اویری لکھتا ہے کہ فارابی ہر جگہ پکّا مسلمان معلوم ہوتا ہے اور وہ یونانی مفکّر ارسطو کے قول کو قرآن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں دیتا روزنتھال لکھتا ہے کہ فارابی پہلے مسلمان ہے اور پھر افلاطون وارسطو کا معتقد اور یونانی مفکّرین کا شارح۔

ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے فارابی کی عبادت و زہد پر شہادت دی ہے۔ فارابی نے فلسفہ و حکمت کی تحصیل کے لئے جو لازمی شرائط مقرر کی ہیں وہ اس کے "عقائد نامہ" کی حیثیت رکھتی ہیں، لکھتا ہے کہ:

"جو شخص علم و حکمت کا شیدائی ہے۔ اسے جوان، صحیح المزاج اور نیک لوگوں کے اخلاق کا پابند ہونا چاہیئے اور سب سے پہلے اُسے ——————— قرآن پاک، لغت اور شرعی علوم کی تحصیل کرنی چاہیئے۔ اُسے پاکباز اور سچا ہونا چاہیئے۔ بدکاری، فریب، خیانت اور مکروہ حیلوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اُسے معاش کی طرف سے مطمئن ہونا چاہیے اور شریعت کے آداب میں سے کسی کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ علم اور علماء کی عزت کرنی چاہیے اور علم اور اہلِ علم کے سوا کسی دوسری چیز کی قدر نہیں کرنی چاہیئے۔ اسے یہ بھی چاہیے کہ وہ علم کو کسبِ معاش کا ذریعہ بنائے جو اس کے خلاف عمل کرتا ہے وہ جھوٹا حکیم ہے۔ اس کا شمار حکیموں میں نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کا علم دنیا میں اس کے اخلاق کی اصلاح اور تہذیب نہیں کرتا وہ آخرت میں بھی سعادت حاصل نہیں کر سکتا۔ سعادت کی تکمیل مکارمِ اخلاق سے ہوتی ہے جس طرح درخت کی تکمیل پھل سے ہوتی ہے۔"

فارابی کی تصانیف — فارابی ایک ہمہ گیر مصنّف ہے۔ اس نے مختلف علوم پر خامہ فرسائی کی ہے اور نہایت کامیابی سے ان علوم کے مقاصد کو نبھایا، مگر زیادہ تر تصانیف دستبردِ زمانہ سے ضائع ہو گئیں۔ فارابی دورانِ تسوید جدا جدا کاغذات پر لکھتا تھا، اس لئے بعض کتابیں ضائع ہو گئیں مگر چند اجزاء محفوظ رہے۔

منصور عباسی (م ۱۵۸ھ) کے عہد میں یونانی علوم عربی زبان میں منتقل ہو گئے تھے اور ہارون و مامون کے عہد میں گرانقدر ذخائر جمع ہو چکے تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ افلاطون و ارسطو کے افکار کا صرف ترجمہ ہُوا تھا۔ یونانی کے عربی قالب میں ڈھل گئے تھے۔ تنقید و تبصرہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی تھی۔ فارابی پہلا مُسلم مفکّر ہے جس نے یونانی مفکّرین پر قلم اٹھایا اور ان کے افکار کی تشریح و توضیح کی، ارسطو کے افکار پر اس قدر توجّہ دی کہ "معلّم ثانی" کے لقب سے معروف ہُوا۔ جبکہ "معلّم اوّل" بذاتِ خود ارسطو ہے۔

ڈی اوبری کے بیان کے مطابق فارابی زبردست فلسفی تھا اور فلسفیانہ علوم میں مسلمانوں میں کوئی شخص اُس کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ متاخرین نے فارابی کے فلسفے کو اپنایا اور تقلید کی۔ ابن خلکان رقمطراز ہے :

"ابن سینا (م ۴۲۸ھ) نے فارابی کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس کے اندازِ بیان کی تقلید کی ہے اور خود اپنی تصانیف کو اس تقلید سے مفید بنایا۔"

حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق ابن سینا کی "کتاب الشفا" فارابی کی "تعلیم الثانی" کی تلخیص ہے۔ فلسفہ تو فارابی کا اہم موضوع تھا۔ اس کے علاوہ منطق بھی اس کی توجہات کا مرکز رہی ہے۔ فارابی کی جملہ کتابوں میں منطقی دلائل پائے جاتے ہیں۔ نفسیات، کیمیا، ریاضی، سحر پر بھی اُس نے قلم اٹھایا ہے۔ اقلیدس کے تبصرے نے اہلِ یورپ سے بھی خراجِ تحسین پایا ہے۔

فارابی کی تصانیف کا احصا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ "تاریخ فلاسفۃ الاسلام" میں ڈی اوبری نے ۱۱۳، ایم ۔ ایم شریف نے ۱۰۰ سے زائد اور عباس محمود مصری نے ۱۱۷ کتابیں بتائی ہیں۔ عباس محمود مصری کی پیش کردہ فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

	علم یا فن	تعداد کتب
۱	منطق	۴۳
۲	علوم تعالیم	۱۱
۳	طبیعات	۱۰
۴	الٰہیات	۱۱
۵	اخلاقیات	۷
۶	سیاسیات	۷
۷	شرح و تعلیقات	۱۱
۸	متفرقات	۱۷
	کل تعداد	۱۱۷

ان میں سے بیشتر کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ان کے عربی مخطوطے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں۔

فارابی اور موسیقی ـ جیسا کہ سیف الدولہ کے دربار میں حاضری کے ذکر میں فارابی کی موسیقی کا ذکر کیا گیا ہے، اُسے موسیقی سے گہرا لگاؤ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ رباب اُس کی ایجاد ہے۔ ابراہیم موصلی (م ۱۸۸ھ) اور زریاب (م ۲۳۰ھ) کے بعد مسلمانوں میں جس نے موسیقی میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی وہ فارابی تھا۔ فارابی نے "موسیقی الکبیر" اور "علم الانغام" میں یونانی موسیقی پر بحث کرتے ہوئے اس کی غلطیاں واضح کی ہیں۔ یورپ کی تقریباً تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

فارابی کی شاعری ـ فارابی سے کچھ اشعار بھی منسوب کیے جاتے ہیں۔ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے ان کی نشاندہی کی ہے، مگر خود ہی شک و شبہ کا اظہار بھی کیا ہے۔ جدید مورّخین اور فارابی کے سوانح نگاروں نے انہیں جعلی اور الحاقی قرار دیا ہے۔

وفات : ۳۳۷ھ (۹۷۶ء) میں دمشق پر مصریوں کا قبضہ ہو گیا تو سیف الدولہ فارابی کو دمشق لے گیا یہیں ۳۳۹ھ (۹۵۰ء) میں وفات پائی اور مدفون ہوا۔

جسمانی، دماغی، اعصابی کمزوری کی خاص دوا

شدھ مکر دھوج وٹی

یہ گولیاں جسمانی، دماغی ہر قسم کی طاقتوں کو بحال کرتی ہے۔ بینائی کی محافظ ہیں، گردہ، معدہ، سنگرہنی، مثانہ اور جگر کی کمزوری اور دل کی دھڑکن وغیرہ امراض کو رفع کرتی ہیں، ذیابیطس کا خاص علاج ہیں چہرہ کی زردی، خون کی کمی دبلاپن، ضعف معدہ دور کر کے خون بڑھاتی ہیں۔

قیمت : پچاس گولی سات روپے ۔ ایک گولی صبح و شام ہمراہ دودھ۔

حکیم محمد عبداللہ آیورویدک فارمیسی شاہ عالمی پاپڑ منڈی لاہور

تقریظ و تنقید

★

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

"تاریخ دارالعلوم دیوبند"

مؤلفہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۱۱۲

قیمت پانچ روپے پچیس پیسے ـــ ملنے کا پتہ: مکتبہ سید احمد شہیدؒ ۱/۱۴۱ وحید آباد، کراچی ۱۸

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ـــــ آپ نے "تاریخِ دارالعلوم دیوبند" لکھ کر وقت کی ایک بہت بڑی علمی اور تاریخی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کی سوسالہ تاریخ، اس کے قیام و تاسیس کا پس منظر، اس کی سوسالہ عظیم الشان خدمات، اس کے نصاب و نظام تعلیم، انتظامی امور، اس کے مختلف شعبہ جات، اس کی عمارت، عام افادی کوائف و احوال اور ابناء، اکابر و مشاہیر دارالعلوم کے احوال کا مختصر مگر جامع مرقع ہے۔

مشاہیر میں پچاس سے زائد پاک و ہند کے سربرآوردہ علماء کا تذکرہ ہے۔ ان میں مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی وغیرہ حیات ہیں، لیکن حضرت حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کے تفصیلی حالات کی بہت کمی ہے۔ جبکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ بھی تھے اور بانیان دارالعلوم میں تھے اور مہتمم اول تھے۔

کتاب میں دارالعلوم کی عمارت کے مختلف شعبوں کے متعدد فوٹو بھی ہیں۔ کتاب کا یہ پاکستانی ایڈیشن ہے۔ کتابت و طباعت اچھی ہے۔ کتاب سفید کاغذ پر آفسٹ پر چھپی ہے اور مجلد مع گرد پوش کے ہے۔

"عیسائیت کیا ہے"

مولانا محمد تقی صاحب عثمانی نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی قدس سرہٗ کی کتاب "اظہار الحق" کا ترجمہ کیا۔ اور اس پر اپنی تحقیق و تشریح کا اضافہ کیا۔ جس کا نام "بائبل سے قرآن تک" رکھا ہے۔

اس میں ایک طویل مضمون مولانا محمد تقی صاحب نے شامل کیا تھا جس میں عیسائیت کی "تاریخ"، عیسائی مذہب میں خدا کا تصوّر اور عیسائی فرقوں کے بارے میں تحقیق کی تھی۔ اب اس مضمون کو الگ رسالہ کی شکل میں بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا نام

"عیسائیت کیا ہے؟"

رکھا ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ ہے۔ صفحات ۱۹۲ ہیں اور قیمت چھ روپے پچھتّر پیسے ہے۔

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دار العلوم کراچی ۱۴ سے طلب کی جا سکتی ہے۔

(حامد میاں غفرلہٗ)

"اشاریہ تفسیر ماجدی" (مکمل)

مصنفہ: جناب حافظ نذر احمد صاحب پرنسپل شبلی کالج لاہور۔ صفحات: ۴۴۔ تفسیر ماجدی مطبوعہ تاج کمپنی کے سائز کے مطابق

طابع و ناشر: مسلم اکادمی 29/18 محمد نگر۔ علامہ اقبال روڈ۔ لاہور۔

یہ رسالہ ناظرین تفسیر ماجدی کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ اشاریہ میں الفاظ کے ساتھ مسائل کے عنوانات بھی دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبولیت سے نوازے۔

(حامد میاں غفرلہٗ)

"مشعل"

یہ ایک علمی دینی اور اصلاحی مضامین کا مجموعہ ہوتا ہے جو تربیت گاہ اساتذہ (مردانہ) ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے سال میں ایک بار شائع ہوتا ہے۔ محکمہ تعلیمات پشاور ریجن کا منظور شدہ ہے۔ اس کی انتظامیہ کے مدیر جناب محمد احسن صاحب فاروقی ہیں۔ دراصل یہ فاضل حضرات کی

کاوشِ فکر کا مجموعہ ہوتا ہے مضمون نگار بہت سے وہاں کے متعلّم بھی ہیں لیکن سب ہی پڑھے لکھے حضرات ہیں۔

پڑھنے پڑھانے والے حضرات اور اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ کے لیے یہ مجموعہ مضامین قابلِ مطالعہ ہے۔

(حامد میاں غفرلہٗ)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت علّامہ مولانا خدا بخش صاحب دہلوی سابق شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی، یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علّامہ کی تمام زندگی قرآن و حدیث کی تعلیم میں گزری۔ آپ ہر فن کے ماہر تھے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

پاکستان اور ہندوستان میں آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے۔

(شیر محمد نعمان)

ادارہ حضرت علّامہ مرحوم کے لیے دست بدعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کو بلند درجات عنایت فرمائے۔ آمین۔ قارئین کرام سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

— ادارہ —

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایک روحانی پیشوا، علاقہ سلانوالی کے مشہور عالمِ دین مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، دار العلوم حسینیہ حنفیہ سلانوالی کے مہتمم حضرت مولانا الحاج سید نذیر احمد شاہ صاحب مہاجر لسنگ ضلع کرنال ۸۵ سال کی عمر میں ۲۹ محرم ۱۳۹۳ھ پیر کے روز دن کے پونے دس بجے اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپنے مدرسہ امینیہ سے سندِ فراغت حاصل کرکے ایک عرصہ تک شاہجہانی مسجد جامع دہلی میں نائب مفتی اور امام کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر اپنے وطن واپس آکر لسنگ کی جامع مسجد میں خطیب اور مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا اہتمام بھی آپ کے سپرد تھا۔ علاقہ میں تبلیغ دین و سلسلہ تصوف قائم کیا اور جمعیت علمائے ہند کے ساتھ آپ نے سیاسی میدان میں کام کیا۔ تقسیمِ ملک کے بعد آپ ہجرت کرکے ضلع سرگودھا کے قصبہ فروکہ میں سکونت اختیار کی اور جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ منسلک ہوگئے اور آخر تک عملی طور پر جمعیت کے ساتھ کام کرتے رہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اور جمعیت علمائے اسلام کے حق میں فتویٰ دیا۔ علاقہ سلانوالی کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی کی سرپرستی آپ نے قبول فرمائی اور آخر تک آپ نے بہت ہی احسن طریق پر اس کام کو نبھایا اور اپنی پرخلوص دعاؤں سے مدرسہ کو ایک عظیم مقام پر لا کھڑا کردیا۔ مولانا حکیم شریف الدین صاحب کرنالی آپ کی معیت میں نظامت کے فرائض بخوبی سرانجام دیتے رہے۔ یہ آپ کی دعاؤں اور حضرت حکیم شریف الدین صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی میں ۲۵ افراد مصروفِ تدریس ہیں اور پورے ملک میں یہ واحد دینی مدرسہ ہے جہاں بیرونی طالبات کا انتظام ہے۔ اس وقت آپ مدرسہ امدادیہ حنفیہ فروکہ، مدرسہ اشرفیہ حنفیہ فروکہ اور مدرسہ نذیریہ حنفیہ چک نمبر ۶۴ کے بھی مہتمم تھے۔ ان مقامات پر بدستور کام ہو رہا ہے۔ حضرت کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ ادارہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی حضرت کے لیے دعا کرتا ہے کہ مولائے کریم حضرت کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

غمزدہ: محمد ادریس مدرسہ حنفیہ سلانوالی ضلع سرگودھا ←

ادارہ انوارِ مدینہ حضرت مولانا کے لیے دست بدعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی دینی خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین۔

دعاءِ صحت

شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہم بہت علیل ہیں۔ معالجین نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ حضرت علامہ مدظلہم العالی کی صحت و تندرستی کے لیے خصوصی دعائیں کریں بلاشبہ اس پُر آشوب دور میں نت نئے وجود میں آنے والے فتنوں کے استیصال کے لیے حضرت علامہ ایسی گوناگوں کمالات سے متصف ہستی کی بہت ضرورت ہے۔ آپ فیلسوف اسلام ہیں۔ جید و متبحر عالم صاحب تدبر و فراست اور نکتہ رس و نکتہ سنج ہیں۔ ایسی شخصیت ہم سب کے لیے مغتنمات دھر میں سے ہے۔ خدا کرے آپ کا سایہ دیر تک ہم پر قائم رہے اور مسلمانان پاکستان ان کے فیوض و برکات سے دیر تک متمتع ہوتے رہیں۔ آمین ادارہ

المکرم پریس

خلیق و دیانتدار عملہ
بہترین و بارعایت طباعت

—— ۵۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے پچاس سالہ واقعات دار و رسن
"مقدمات امیر شریعت" مرتبہ سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہم العالی۔ مجلد رنگین ٹائٹل قیمت ۰۰-۶ روپے
"براۃ عثمانؓ" مرتبہ مولانا ظفر احمد عثمانی مدظلہ العالی قیمت ۵۰-۱ روپے
"تحریک تحفظ ختم نبوت ۵۳ء میں جماعت اسلامی کا کردار" بیانِ صادق" قیمت پچاس پیسے صرف
ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ معاویہ۔ چیچا وطنی۔ ضلع ساہیوال

نیک لوگوں کی موت پر فرحت بخش زندگی اور بد خوروں، شرابیوں اور زانیوں کے ہولناک انجام سے باخبر ہونے کے لیے عبرت آموز کتاب

موت کا منظر

مع

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

مطالعہ کیجیے۔ قیمت ۱ روپے

ناشر: خواجہ محمد اسلام، کھڈیاں خاص ضلع لاہور، پاکستان

دینی کتابوں کے خریداروں کے لیے خوشخبری

جو حضرات مندرجہ ذیل کتابیں خریدنا چاہتے ہیں وہ مورخہ ۳۰ر اپریل سے پہلے پہلے بذریعہ خط اپنا آرڈر بک کرا دیں۔

(۱) "ریاض الصالحین" عربی، اعراب والی، بہترین کاغذ، بہترین جلد، آفسٹ چھپائی، صفحات ۶۸۰، ہدیہ سولہ روپے۔

(۲) "اسلامی بہشتی زیور"، بہترین کاغذ، بہترین جلد، آفسٹ چھپائی، ہدیہ سولہ روپے

(۳) "تفسیر بیان القرآن" اصلی مکمل، دو جلدوں میں، ہدیہ ایک سو روپیہ صرف

پتہ: خواجہ محمد اسلام، ادارہ اشاعت دینیات، سعید منزل، ۱۸۷، انار کلی لاہور